جنوری
۲۰۰۶ء

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مؤسس:

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مدیر: پروفیسر خورشید احمد

ادارہ ترجمان القرآن

قرطبہ سٹی

امن اور علم کی بستی، اکیسویں صدی کا محور، تعلیم و تحقیق





مدینۃ العلم نے ملکی اور بین الاقوامی، مذہبی اور تہذیبی صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے ایک مثالی اسلامی شہر، جو کہ اکیسویں صدی کے لیے تعلیم و تحقیق کا محور ہوگا، بنانے اور آباد کرنے کا عظیم منصوبہ قرطبہ ترتیب دیا ہے۔

مدینۃ العلم کا مقصد اور تعارف

مدینۃ العلم نے محسوس کیا کہ تیز رفتار ترقی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی انسانی معاشروں اور مذاہب کے درمیان جو وسیع خلاء پیدا کر رہی ہے اسلام کا فراہم کردہ معاشرتی ماڈل اس کو پُر کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ مدینۃ العلم نے یہ بیڑا اٹھانے کا فیصلہ کیا کہ ایک ایسا رہائشی منصوبہ تعمیر کیا جائے جو اعلیٰ تعلیم و تحقیق کا محور ہو اور اسلامی معاشرے کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ اس منصوبے کا نام "قرطبہ سٹی" تجویز کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے تشکیل دیا گیا بورڈ آف ڈائریکٹرز ملک کے معروف کاروباری افراد جو کہ بین الاقوامی سطح پر معاشرے میں اہم مقام رکھتے ہیں اور مدینۃ العلم کے مقاصد کے حصول کیلئے سرگرم عمل ہیں، پر مشتمل ہے۔ اس منصوبے کی کامیابی کا راز اس کا ہر لحاظ سے خود مختار ہونے میں ہے تاکہ معاشرے کے تمام پہلو مدینۃ العلم کے ماڈل کے مطابق پروان چڑھیں اور اس کی خود مختاری کی کنجی اس منصوبے کا حجم ہے۔ منصوبے کی وسعت اس کے معاشی اور معاشرتی پہلوؤں میں اس کی خود مختاری کی ضمانت ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے وسیع اراضی کی خرید جاری ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام کی عملی تصویر فراہم کرنے کے لیے ایک رہائشی منصوبے کا قیام دُنیائے اسلام اور ملک کا منفرد منصوبہ ہونے کے ساتھ ایک بڑا چیلنج بھی ہے۔

محلِ وقوع:

اسلام آباد جس کا شمار دنیا کے چند خوبصورت اور صاف ستھرے شہروں میں ہوتا ہے کی فضاؤں کو مجوزہ شہر قرطبہ کے لیے منتخب کرتے ہوئے اسلام آباد سے تقریباً 50 کلومیٹر کے فاصلہ پر پاکستان موٹروے، چکری انٹرچینج سے ملحقہ خوبصورت پہاڑوں کے دامن میں، کھلے اور پُر فضا ماحول میں وسیع و عریض اراضی خریدتے ہوئے عظیم منصوبے قرطبہ کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔

مجوزہ سہولیات:

انشاءاللہ قرطبہ اُن تمام جدید رہائشی سہولیات سے مزین ہوگا جو تکنیکی ماہرین اب تک مہیا کر سکے ہیں۔ مثلاً

- آبادکاری کی صد سالہ منصوبہ بندی
- مین اسکلر شاہراہ، کشادہ سڑکیں، فٹ پاتھ
- بارشی پانی کے نکاس کا نظام
- پینے کے میٹھے پانی کی فراہمی کا نظام
- گندے پانی کو ٹھکانے لگانے کا انتظام
- بجلی کی فراہمی کا زمین دوز نظام
- ٹیلی فون کا نظام
- قدرتی گیس کی فراہمی کا نظام
- خریداری مراکز کی عمارات
- معاشرتی مقاصد کے لیے سوک سنٹر، خواتین و حضرات کے لیے سکول، کوبجز اور پرائمری سکول، ہسپتال، سیکٹر مساجد کی عمارات
- پولیس اسٹیشن، پوسٹ آفس، فائر برگیڈ کی عمارات
- قرطبہ کے اندر بس سٹاپ اور دوسرے شہروں کو آنے جانے والے راستوں پر بس اسٹاپ
- پیٹرول پمپ
- شجرکاری اور پارک بنانے اور دیکھ بھال کا نظام
- حفاظتی دیوار اور سیکیورٹی کا نظام
- کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کا نظام
- سٹریٹ لائیٹ کا نظام
- مدینۃ العلم کے دفتر اور سہولیات کو چلانے اور دیکھ بھال کا دفتر اور ورکشاپ کی عمارات

رہائشی سہولیات کی دیکھ بھال کا نظام:

قرطبہ میں فراہم کردہ تمام سہولیات کا انتظام و انصرام مدینۃ العلم کرے گی۔ جس کے لیے خصوصی ضابطہ تشکیل دیا جائے گا اور تمام رہائشی اُس کے پابند ہوں گے۔

خصوصی سہولیات:

- قرطبہ کے لیے اندرونی ٹرانسپورٹ کا نظام
- قرطبہ سے راولپنڈی چکری انٹرچینج اسلام آباد تک ٹرانسپورٹ کا نظام
- گھروں کی تعمیر کے لیے آرکیٹیکٹ کی خدمات اور ہر پلاٹ سائز کے لیے 50 نمونہ کے ڈیزائن کی فراہمی
- بلوں کی ادائیگی اور شکایات کے ازالے کے لیے ون ونڈو آپریشن
- قرطبہ کو تعمیر اور آبادی کے مرحلہ کے بعد بھی خوبصورت رکھنے کے لیے خصوصی تعمیراتی قوانین

امتیازی خصوصیات:

- بین الاقوامی یونیورسٹی: بین الاقوامی یونیورسٹی اور تعلیمی مرکز کا قیام و انصرام
- جامع مسجد قرطبہ: وسیع و عریض میدان سے ملحقہ جامع مسجد اور دینی و تہذیبی تحقیقی مرکز کا قیام و انصرام
- تمام یونیورسٹی اور دینی مرکز سے کیبل کے ذریعہ منسلک
- خواتین کے لیے خصوصی تجارتی مراکز کا قیام

ٹاؤن پلاننگ:

منصوبے کے بنیادی خاکے کے مطابق ٹاؤن پلاننگ کرنے کے لیے ملک کے مشہور اور مایہ ناز انجینئرنگ کنسلٹنٹ میسرز نیسپاک (M/s NESPAK) کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں اور ٹاؤن پلاننگ کا کام جاری ہے۔

پلاٹ بکنگ:

قرطبہ سٹی کے فیز ا کے لئے پلاٹ بکنگ مکمل کر لی گئی ہے۔ مزید پلاٹ ترقیاتی کاموں کے آغاز کے ساتھ بکنگ کے لئے پیش کیے جائیں گے۔ ترقیاتی کاموں کے آغاز کے ساتھ ہی الاٹمنٹ کے طریقہ کار اور نئی قیمتوں کا تعین بھی کر دیا جائے گا۔

خواتین و حضرات اپنی رائے اور تجاویز سے مدینۃ العلم کے پتہ پر یا email کے ذریعے آگاہ کریں۔

مدينة العلم

فلیٹ نمبر 4، فسٹ فلور، خیبر پلازہ فضل حق روڈ بلیو ایریا اسلام آباد فون: 92-51-2206380 فیکس: 92-51-2270411
Email: Info@qurtabacity.com

Rev. 2.0

ماہنامہ ترجمان القرآن

جلد ۱۳۳، عدد ۱، ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ، جنوری ۲۰۰۶ء

مدیر

پروفیسر خورشید احمد

نائب مدیر

مسلم سجاد

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰

فون: ۵۴۲۵۳۵۶ (۰۴۲)

فیکس: ۵۴۳۲۱۹۴ (۰۴۲)

E-mail: tarjuman@wol.net.pk

انتظامی امور

۵-اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور - ۵۴۶۰۰

فون: ۷۵۸۷۹۱۶ (۰۴۲)

فیکس: ۷۵۸۵۵۹۰ (۰۴۲)

E-mail: tarjuman@pol.com.pk

www.tarjumanulquran.org

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

زرِ سالانہ: ۲۵۰ روپے

معاونِ خصوصی: ۳۰۰۰ روپے

بیرونی ایڈیشن: ۳۵ روپے

بنگلہ دیش، ایران، بھارت: ۷۰۰ روپے

یورپ، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، افریقہ: ۱۰۰۰ روپے

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۳۰۰ روپے

بنام ماہنامہ ترجمان القرآن

A/c No. 1957-3, UBL, Icchra Br. LHR

زیر اہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

'کھٹ' کی آواز

تمام قیاسی فلسفوں کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سامنے جو مسائل آتے ہیں ان کو وہ محض تخیل اور منطق اور اٹکل سے کسی ایسے طور پر حل کر لینے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ان کو اپنی حد تک اپنے پیشِ نظر مسائل کا اطمینان بخش اور دل کو لگتا ہوا جواب مل جائے' قطع نظر اس سے کہ علم' تجربہ' مشاہدہ اور آثارِ کائنات سے اس کی کوئی شہادت ملے یا نہ ملے۔ قیاسی فلسفی اِس شہادت کی سرے سے کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا۔ اُسے تو فقط اپنے پیش نظر سوالات کا ایسا جواب درکار ہوتا ہے جس پر وہ اور اس کے طرز پر سوچنے والے لوگ مطمئن ہو جائیں۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ ایسے قیاسات کا امر واقعی اور حقیقت نفس الامری کے مطابق ہونا کچھ ضروری نہیں ہے' بلکہ اس کی بہت کم توقع کی جاسکتی ہے۔ یہ تو ایک تیر ہے جو اندھیرے میں اٹکل سے چلایا جاتا ہے' نشانے پر لگے یا نہ لگے۔ تیر چلانے والے کو خود بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی' بلکہ وہ اس کی بھی پروا نہیں کرتا کہ کسی جگہ اس کے لگنے سے 'کھٹ' کی آواز بھی آتی ہے یا نہیں۔ اس کو مطمئن کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اپنے قیاس سے اس نے جس کو نشانہ کا صحیح رخ سمجھا ہے اُدھر اس نے اپنی حد تک ٹھیک ٹھیک شست باندھ کر تیر چلا دیا۔ ایسی تیر اندازی کا نشانہ پر لگنا جتنا کچھ متوقع ہو سکتا ہے اتنی ہی کچھ قیاسی فلسفوں کے مطابق حقیقت ہونے کی بھی توقع کی جاسکتی ہے۔ ('رسائل و مسائل'،

سید ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن' جلد ۲۸' عدد ۲' صفر ۱۳۶۵ھ' جنوری ۱۹۴۶ء' ص ۴۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

کشمیر —— خطرناک سیاسی زلزلوں کی زد میں!

پروفیسر خورشید احمد

۸ اکتوبر کے زلزلے نے کشمیر اور پاکستان کے شمالی اضلاع کو جس تباہی اور بربادی کا نشانہ بنایا' اس کی نظیر حالیہ تاریخ میں نہیں ملتی' لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ناقابلِ فراموش ہے کہ اس آزمایش اور ابتلا کا مقابلہ ملت اسلامیہ کشمیر و پاکستان نے جس ہمت اور حوصلے سے کیا' اس نے غم و اندوہ کی تاریک رات میں ایمان' عزم اور اُمید کے ایسے چراغ جلا دیے جن سے تاریکیاں چھٹنے لگیں اور نئی زندگی کے چشمے اُبھرتے نظر آنے لگے۔ اس تباہی میں بھی ہمارے لیے بڑا اسبق ہے اور تعمیرنو کی اس جدوجہد میں بھی بڑا حیات آفریں پیغام ہے۔ زندہ قوموں کا یہی شیوہ ہے کہ ؎

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کے لیے

طبعی زلزلوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والی قوم کو اب ایک دوسری نوعیت کے زلزلوں سے سابقہ درپیش ہے۔ طبعی زلزلہ کسی پیشگی اطلاع کے بغیر' اچانک ہی زمین اور اس کے باسیوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے لیکن جو خوفناک سیاسی زلزلے اب پر تول رہے ہیں' ان کو آنے سے پہلے دیکھا اور پہچانا جاسکتا ہے اور ان کو روکنے کا وقت بھی ان زلزلوں کی گرفت سے پہلے پہلے ہے۔ طبعی زلزلوں کے نقصانات کی تلافی واقعے کے بعد ہوسکتی ہے مگر سیاسی زلزلوں کے جلو میں آنے والی تباہی سے بچنے کا واحد راستہ ان زلزلوں سے پہلے پیش بندی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ کچھ

عاقبت نااندیش مصیبت (calamity) کو امکانِ نو (opportunity) کا نام دینے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ دراصل عظیم تر مصیبت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ طبعی زلزلوں کی لائی ہوئی تباہی کا مداوا ریلیف، بحالی اور تعمیرنو سے ممکن ہے مگر جو سیاسی زلزلے آج کشمیر پر منڈلا رہے ہیں، ان سے بچنے کا راستہ مصیبت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیاری میں مضمر ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس سیاسی کھیل کو اچھی طرح سمجھا جائے جو اس وقت اسلام آباد، دہلی اور واشنگٹن میں کھیلا جا رہا ہے اور آنے والی تباہی سے ملک و ملّت کو بچانے کا بروقت اہتمام کیا جائے ورنہ خدانخواستہ گھر کی تباہی کے بعد واویلا کسی کام کا نہ ہوگا۔

۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد تباہی کے جو طوفان اٹھے ہیں اور اُمت مسلمہ کو ایک کے بعد ایک چرکا لگا ہے، صرف افغانستان اور عراق ہی نہیں بلکہ فلسطین، کشمیر اور شیشان اور ان کے ساتھ اسلامی احیا کی تمام تحریکات اور خود اسلام کے بنیادی تصورات تک اسی طوفان کی زد میں ہیں۔ لیکن اس یلغار کا سب سے الم ناک پہلو یہ ہے کہ امریکا اور برطانیہ کی موجودہ قیادت تو اس صلیبی جنگ کی اصل سرخیل ہے ہی، لیکن خود مسلمان ممالک کے کچھ حکمران بھی اس کے دست و بازو بن گئے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ پاکستان کی موجودہ قیادت اور خصوصیت سے جنرل پرویز مشرف اس مسلم کُش جنگ میں جارج بش کا دست راست بن چکے ہیں اور جس طرح افغانستان پر یوٹرن اور طالبان سے بے وفائی کر کے انھوں نے افغانستان ہی نہیں عراق کو بھی امریکا کی محکومی کا شکار ہونے میں مدد دی، اسی طرح اب امریکا کے نقشۂ راہ پر عمل کرتے ہوئے بھارت سے دوستی اور کشمیر کے مسئلے سے گلوخلاصی کی تباہ کن پالیسی پر گامزن ہوگئے ہیں۔ اب صاف نظر آ رہا ہے کہ کشمیر کی تحریکِ مزاحمت کے سینے میں خنجر گھونپنے اور بھارت کی بالادستی کو مستقل حیثیت دینے کے لیے کشمیر سے فوجی انخلا (demilitarization)، خودانتظامی (self governance) اور ریاست ہاے متحدہ کشمیر (United States of Kashmir) کا سہ نکاتی فارمولا سامنے لایا گیا ہے جسے مسئلے کے مستقل حل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی چیز نہ نئی ہے اور نہ مسئلے کے حقیقی حل کی طرف کسی پیش رفت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

کشمیر پر پسپائی: چھے مہلک غلطیاں

مسئلہ کشمیر پر جنرل مشرف کی پسپائی کا آغاز ۲۰۰۲ء میں ہوگیا تھا۔ جیسے ہی وہ امریکا کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی گرفت میں آئے اور 'مجبوری کے اتحاد' (coalition of the coerced) کا حصہ بنے کشمیر پر پسپائی کا آغاز ہوگیا۔ پہلے دہشت گردی اور جنگِ آزادی میں فرق کیا جاتا تھا' اب وہ فرق پادر ہوا ہوگیا اور جنرل صاحب بھی 'سرحد پار دراندازی' کی بھارتی قیادت کی زبان استعمال کرنے لگے جسے بالآخر ۶ جنوری ۲۰۰۴ء کے بھارت پاکستان اعلامیہ کے دہشت گردی پروٹوکول کی شکل میں ایک مستقل زنجیر کی حیثیت دے دی گئی۔ اسی دوران بڑی چابک دستی سے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو ایک طرف رکھ دینے کی بات شروع ہوگئی اور متبادل تجاویز کے غبارے چھوڑے جانے لگے۔ یہ سب کچھ ایک فردِواحد کے فیصلے اور اشارے پر کیا گیا اور ۵۸ سالہ قومی اتفاق رائے' دستور پاکستان کے واضح imperatives اور ایک بار نہیں بار بار پارلیمنٹ میں کیے گئے اعلانات اور قراردادوں کو بالاے طاق رکھ کر کسی قومی مشاورت کے بغیر چھے ایسے اقدام کیے گئے جن کے نتیجے میں پاکستان کی کشمیر پالیسی تارتار ہوگئی اور بھارت اور امریکا کے گٹھ جوڑ نے علاقے کے بارے میں جو نقشہ بنایا ہوا تھا اس کے لیے زمین ہموار کی جانے لگی۔

۱- خارجہ پالیسی میں کشمیر کی مرکزیت اور خصوصیت سے بھارت سے معاملات کو طے کرنے میں اس مسئلے کی اولیت کے اصول کو یک طرفہ ترک کر دیا گیا۔ بھارت سے مذاکرات کی بھیک مانگی گئی اور کشمیر کے مرکزی ایشو (core issue) ہونے کو عملاً ترک کر دیا گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بھارت کی خارجہ پالیسی کا یہ ہدف کہ اصل مسئلہ کشمیر نہیں' پاکستان سے تجارت' ثقافت اور دوسرے میدانوں میں تعاون اور تعلقات کو معمول پر لانا ہے' اسے خود پاکستان کی موجودہ قیادت نے قبول کرلیا اور اعتماد سازی کے اقدامات (CBM's) کے نام پر اس راستے پر بگ ٹٹ سرگرم ہوگئی۔

۲- اقوام متحدہ کی قرارداد کو ایک طرف رکھ دیا گیا ہے جو دراصل کشمیر سے دست کش ہوجانے کی طرف پہلا قدم تھا۔ مسئلہ کشمیر کی اصل بنیاد ــــــ قانونی' سیاسی' اخلاقی' اقوام متحدہ کی قراردادیں ہی ہیں اور اس سلسلے میں سب سے اہم قرارداد......۱۹۴۸ء کی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی وہ قرارداد ہے جس میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے:

مسئلہ کشمیر کو پرامن طور پر حل کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ریاست کو غیرفوجی علاقہ قرار دے دیا جائے اور اقوام متحدہ کی نگرانی میں استصواب رائے منعقد کیا جائے۔

حق خودارادیت ایک بنیادی حق ہے جسے اقوام متحدہ کے چارٹر میں تسلیم کیا گیا ہے اور وقت کے گزرنے سے اس حق پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں ویانا میں منعقد ہونے والی انسانی حقوق کی عالمی کانفرنس سے لے کر ۱۹۹۴ء میں کوپن ہیگن میں Social Summit، پھر ۲۰۰۰ء میں منعقد ہونے والی Millenium Summit اور خود ۲۰۰۵ء میں ہونے والی UN World Summit نے اس حق کے ناقابل سمجھوتہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ایک مبصر کے الفاظ میں:

سب لوگوں نے غیرملکی قبضے اور بیرونی تسلط کی مذمت میں سب لوگوں کے حق خودارادیت کی تصدیق کی۔

جموں و کشمیر کے عوام کے اس حق خودارادیت اور اقوام متحدہ کی قراردادوں میں اس کے واضح اقرار سے دست کش ہونے کا اختیار کسی شخص کو نہیں تھا اور نہ ہے ___ لیکن جنرل صاحب نے اہلِ کشمیر ہی نہیں، پوری مظلوم انسانیت کے اس حق پر ہاتھ صاف کر ڈالا، جب کہ ان کے اس اعلان کی خبر وزیرخارجہ، وزارتِ خارجہ اور پارلیمنٹ کو رائٹر کی خبر سے ملی اور کسی سے مشورہ کرنے کی زحمت کرنا انھوں نے گوارا نہ کی۔ ان کے اس اعلان کی کوئی قانونی، سیاسی یا اخلاقی حیثیت نہیں اور پاکستانی قوم اور جموں و کشمیر کے عوام نے اسے رد کر دیا ہے لیکن جنرل صاحب نے پاکستان کی پوزیشن کو بری طرح مجروح کیا اور تحریکِ مزاحمت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔

۳- بیرونی اقتدار کے خلاف تحریکِ مزاحمت اور حقیقی دہشت گردی کے درمیان فرق کو نظرانداز کر کے اور امریکا، بھارت اور اسرائیل کی دی ہوئی لائن پر صاد کر دیا گیا ہے۔ یہ اقدام بھی خود اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قراردادوں اور غیروابستہ تحریک کے چارٹر کی صریح خلاف ورزی ہے اور خود عالمِ اسلام کے اہلِ علم و دانش کے اس اعلامیے کی ضد ہے جو ۱۱ ستمبر کی نام نہاد امریکی جنگ کے بعد مکہ مکرمہ میں چھے روزہ اجتماع کے بعد جاری کیا گیا تھا جس میں صاف الفاظ میں اعلان کیا گیا تھا کہ دہشت گردی عام انسانوں کو اپنے تشدد کا نشانہ بنانے سے عبارت ہے جس کا

کوئی جواز نہ ہو اور جس کا ارتکاب خواہ کوئی فرد کرے' یا گروہ یا ریاست۔ البتہ بیرونی قبضے اور تسلط کے خلاف مزاحمت کی ہر وہ کوشش جو افراد یا گروہ اپنی آزادی اور مسلط قوت یا سامراجی قبضہ کاروں (colonial settlers) سے اپنی اور اپنے وطن کی گلوخلاصی کے لیے کر رہے ہوں' اس سے مستثنیٰ ہے۔

۴- یک طرفہ جنگ بندی کر کے یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ جنگ مسائل کا حل نہیں۔ حالانکہ یہ سوال ہی مہمل ہے کہ جنگ حل ہے یا نہیں۔ جنگ تو نام ہی سیاسی حل کی ناکامی کا ہے اور اس صورت میں بین الاقوامی قانون اور تعلقات کے تمام ہی مستند اہلِ علم جنگ کو خارجہ پالیسی کا ایک ہتھیار قرار دیتے ہیں۔ جس طرح ملک کے اندر امن و امان' جان و مال کا تحفظ اور قانون' حقوق اور معاہدوں کے احترام کے لیے فوجداری قانون' پولیس اور نظامِ احتساب ہوتا ہے' بالکل اسی طرح عالمی امن اور ملکی سلامتی اور دفاع کے لیے فوج کا وجود اور جنگ کا کردار ہے۔ اگر جنگ کا کوئی کردار نہیں تو پھر فوج کا کیا جواز ہے۔ سفارت کاری' سیاسی معاملہ بندی اور جنگ کا سدِ جارحیت (deterrant) کردار' سب کا عالمی سیاست میں اپنا اپنا حصہ ہے۔ بھارت کی جنگی تیاریوں اور فوجی عزائم کی موجودگی میں پاکستانی قیادت کی طرف سے اس نوعیت کے اعلانات ذہنی شکست کی علامت ہیں اور دشمن کو شہ دینے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنرل صاحب کی خاکساری کی تمام باتوں اور صلح اور دوستی کے لیے منتوں کے باوجود بھارتی قیادت کا رویہ تکبر' غرور اور مبارزت کا ہے۔ ۱۸ نومبر ۲۰۰۵ء کو بھارتی ایئر چیف مارشل ایس پی تیاگی نے پونا یونی ورسٹی میں جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ ہماری قیادت کے منہ پر طمانچے کی حیثیت رکھتی ہے۔

> پاکستان اور بھارت کے مابین اعتماد کے نئے رشتے کے باوجود پاکستان بھارت کا دشمن اوّل رہے گا اور ہماری سلامتی کے لیے مسلسل خطرہ رہے گا۔ ہم پاکستان کو دشمن اوّل سمجھتے ہیں لہٰذا ہم بھارتی فضائیہ کی طاقت میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں۔

پھر موصوف نے وہ تفصیلات بیان کیں جو بھارتی فضائیہ کو ناقابلِ تسخیر ہی نہیں' علاقے کے لیے سب سے بڑی جارح قوت بنانے کے لیے کی جارہی ہیں جس میں ملک میں جنگی طیاروں کی تیاری' ایف-۱۶ طیاروں کی خریداری اور ٹکنالوجی کا حصول' جدید ہیلی کاپٹروں کی خرید' ایئر ڈیفنس میزائل کی ترقی' مگ ۲۱ اور ۲۷ اور جیگوار طیاروں کو جدید ٹکنالوجی سے آراستہ کرنا شامل ہے۔

۵- پانچویں بڑی غلطی سفارت کاری کا وہ نادر طریقہ ہے جو جنرل صاحب نے شروع کر رکھا ہے، یعنی اپنی طرف سے نت نئی تجاویز (options) کی بارش اور پھر اپنی ہی تجویز سے ایک نئی پسپائی، جب کہ بھارت کی طرف سے بلکہ بڑھ بڑھ کر یہ اعلان کہ زمین کے معاملے میں کوئی بات نہیں ہوسکتی، بھارتی دستور اور وہاں کی پارلیمنٹ کی قرارداد سے ہٹ کر کوئی اور متبادل تجویز زیرغور نہیں لائی جاسکتی، کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے اور اگر کوئی بات چیت ہوگی تو وہ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کے بارے میں ہوگی اور خرابی کی ساری جڑ دہشت گردی اور سرحد پار دراندازی ہے۔ مذہب کی بنیاد پر کوئی بات چیت ممکن نہیں وغیرہ۔ بھارت کی سیاسی قیادت ہی نہیں، ہر سطح کی قیادت کی یکسوئی، ہم آہنگی اور اپنے مؤقف پر استقامت کے مقابلے میں ہماری سفارت کاری پسپائی اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

۶- اس سلسلے کی چھٹی اور بڑی ہی مہلک غلطی جو جموں و کشمیر کی تحریکِ مزاحمت کے لیے ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے، وہ آل پارٹیز حریت کانفرنس (APHC) کی تقسیم ہے۔ کشمیری عوام کی اس معتمد علیہ قیادت سے جو ایک طرف تصور پاکستان کی امین ہے تو دوسری طرف جس کی قربانیاں بے مثال اور جس کا عزم و ہمت لازوال ہے، بے وفائی اور اپنی پسند کے چُھٹ بھیّوں کو پروپیگنڈے کی بیساکھیوں کے ذریعے لیڈری کی خلعت سے نوازنا بے حد شرمناک ہے۔ حکومت پاکستان کی ان قلابازیوں سے کشمیری مزاحمت کی اصل قیادت پر کوئی اثر نہیں پڑا جو سید علی شاہ گیلانی، حزب اسلامی اور دوسری حقیقی سیاسی اور جہادی قوتوں سے عبارت ہے۔ وہ اسی طرح اپنے اہداف کے حصول کے لیے سرگرم ہیں جس طرح پہلے تھیں لیکن حکومت پاکستان کی ساکھ اور کشمیر کے کاز سے اس کی وفاداری پر ایسے چرکے لگے ہیں کہ دوبارہ اعتماد کو بحال کرنا ایک مشکل کام بن گیا ہے۔ پاکستان کی موجودہ قیادت اور کشمیر کی تحریک مزاحمت کی حقیقی قیادت میں بڑا بُعد واقع ہوگیا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ یہ بُعد پاکستان کو بہت مہنگا پڑسکتا ہے۔

ان غلطیوں کا فطری نتیجہ اب یہ سامنے آیا ہے کہ کشمیر کے مسئلے کی نوعیت ہی بدل گئی ہے۔ جنرل صاحب اور ان کے حواریوں کے لیے اب اصل ایشو جموں و کشمیر کے عوام کا حق خودارادیت نہیں بلکہ مسئلہ صرف خودانتظامی بن کر رہ گیا ہے۔ یہ اسی کا شاخسانہ ہے کہ کشمیر کو پانچ یا سات

علاقوں میں تقسیم کر کے' بھارت اور پاکستان کے تحت کچھ اختیارات دینے کی بات کی جانے لگی ہے۔ اس میں چار چاند لگانے کے لیے اس امریکی اسکیم کو جو ۲۰۰۰ء میں امریکا کے ایک کروڑ پتی بھارتی کشمیری نے چند امریکی سیاست دانوں اور دانش وروں کے ساتھ مل کر پیش کیا تھا اور جسے سب کشمیری گروپوں اور پاکستان کے اہلِ دانش نے رد کر دیا تھا' دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے۔ اسے 'یونائیٹڈ اسٹیٹس آف کشمیر' کے نام سے چند کشمیری رہنما اس طرح پیش کر رہے ہیں جس طرح کشمیر کی 'خودمختاری' (autonomy) کے خیالی نقشے خود شیخ عبداللہ نے ۱۹۵۳ء میں پیش کیے تھے اور ان کی پاداش میں وہ بیک بینی و دوگوش مسند وزارتِ عظمٰی سے برطرف کر کے زنداں کی تاریکیوں کے حوالے کر دیے گئے تھے جہاں سے ان کو 'رائے شماری' کی روشنی دوبارہ نظر آنے لگی تھی۔

کشمیر سے دست برداری

صاف نظر آ رہا ہے کہ جنرل صاحب اور ان کے حواری ذہنی طور پر شکست کھا چکے ہیں اور اب کشمیر کے مسئلے سے دست کش ہونے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ امریکا کے روڈ میپ پر عمل کر رہے ہیں اور فضا سازگار کر رہے ہیں کہ کشمیر کی تقسیم مستقل شکل اختیار کر لے' وہ لائن آف کنٹرول کو بین الاقوامی سرحد چاہے نہ بھی کہیں لیکن عملاً اسے مستقل سرحد ماننے پر تلے ہوئے ہیں اور نرم سرحدوں اور سرحدوں کو غیر متعلق (irrelevant) کرنے کی طفل تسلیوں سے قوم کا دل خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کشمیر کے ایک حصے پر بھارت کی مستقل بالادستی اور دوسرے پر پاکستان کی' اس نقشے کا اصل حصہ ہیں جو اہل کشمیر کی پوری جدوجہد پر پانی پھیرنے اور ان کی قربانیوں کو خاک میں ملانے کے مترادف ہے۔ جنرل صاحب کے وزیراعظم اپنے ایک بیان میں یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اب کشمیر کے مسئلے کے مستقل حل کی صورت بس فوجوں کی واپسی اور خودانتظامی میں مضمر ہے:

> منگل کو وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا کہ پاکستان بھارت سے اپنے دیرینہ طویل مدت سے برقرار تنازعے کو ختم کرنے کے لیے کشمیر سے فوجی انخلا اور خودانتظامی کی تائید کرتا ہے۔ (دی ڈیلی ٹائمز' ۳۰ نومبر ۲۰۰۵ء)

دیکھیے بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔ اس قیادت کی نگاہ میں اس دیرینہ مشکل مسئلے کا خاتمہ

فوجوں کی واپسی اور خود انتظامی میں ہے۔ یہ کشمیر کے کاز کے ساتھ کھلی غداری اور جموں و کشمیر کے عوام کی قربانیوں کا سودا کرنے کے مترادف ہے جسے کشمیر کے عوام اور پاکستانی قوم کبھی قبول نہیں کرسکتی۔ جو بات جنرل مشرف، شوکت عزیز اور میرواعظ عمر فاروق فرما رہے ہیں، وہ صاف طور پر حق خود ارادیت سے دست برداری اور بھارت اور پاکستان کے زیرتسلط منقسم کشمیر میں کسی قسم کی خود انتظامی کے بھارتی اور امریکی منصوبے کے آگے سپر ڈال دینے سے عبارت ہے۔ اس کا یہی وہ مفہوم ہے جو امریکا اور بھارت کے دانش ور اور پالیسی ساز سمجھ رہے ہیں، البتہ اسے قابلِ قبول بنانے کے لیے بھارت ذرا تغافل، تجاہل اور ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کر رہا ہے، ورنہ تقسیمِ کشمیر اور نام نہاد خود انتظامی اس کا اصل مقصود ہے، اور پاکستانی قیادت کی زیادہ سے زیادہ پسپائی کے بعد وہ اس فارمولے کو تسلیم کرے گا۔ وہ ساری مزاحمت پاکستانیوں کے لیے اسے قابلِ قبول بنانے کے لیے نمایشی طور پر کر رہا ہے۔

بھارتی روزنامہ سٹار نیوز کا سفارتی مدیر جیوتی ملہوترا 'سیلف گورننس' کی اس پاکستانی تجویز پر اپنی خوشی کو چھپا نہیں پا رہا کہ دیکھو پاکستان کس طرح کشمیر کی آزادی کے اس ہدف سے دست بردار ہوگیا ہے جو چند سال پہلے پورا ہوتا نظر آ رہا تھا۔

یہ 'آزادی' سے کتنا بعید تصور ہے! ایک عشرہ پہلے کا حقیقی پریشانی اور تراشیدہ سیاسی مکر کے مرکب، جب کہ بہت سے لوگ سوچنے لگے تھے کہ بھارتی قبضے کا اختتام قریب ہے۔

وہ کہتا ہے کہ بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ کی نرم سرحدوں کی بات اور جنرل پرویز مشرف کے خود انتظامی اور فوجوں کی واپسی کی تجویز ان خطوط کار کی نشان دہی کر رہے ہیں جن کے مطابق معاملات طے ہوسکتے ہیں۔ اس کی نگاہ میں میرواعظ عمر فاروق کی یونائیٹڈ اسٹیٹس آف کشمیر کی تجویز سونے پر سہاگہ ہے۔ وہ بڑے معنی خیز انداز میں سوال کرتا ہے کہ:

سوال یہ ہے کہ آیا نرم سرحدیں اور خود انتظامی ایک ہی چیز ہیں؟

اور اپنا مضمون اس دل چسپ جملے پر ختم کرتا ہے کہ

بالآخر آزادی کو تاریخ کے سپرد کر دینے کے بعد سیکڑوں نئے تصورات نے اُبھرنا شروع کیا۔ اس بحث کا سب سے ہیجان انگیز (exciting) پہلو یہ ہے کہ بحث کا آغاز ہوگیا۔

امریکا کا مشہور کالم نگار جوناتھن پاور جس کا کالم ۵۰ اخبارات میں شائع ہوتا ہے، پاکستان کی طرف سے دی گئی رعایتوں کی طویل فہرست بیان کر کے کہتا ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو ختم کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ اس لیے کہ:

یہ وقت ہے کہ آگے بڑھا جائے، جب کہ عسکری مردِ آہن مشرف پاکستان کو کچھ دے سکتا ہے۔ ایک سال کے بعد ہونے والے مجوزہ انتخابات اس کا بھرم کھول سکتے ہیں۔

وہ اعتراف کرتا ہے کہ:

یہ پاکستان ہے جس نے حساس رعایات دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جیسا کہ اس پر تیار ہونا کہ بھارت کے پہلے وزیراعظم جواہر لعل نہرو کے وعدے کہ مسئلے کو استصواب رائے کے ذریعے حل ہونا چاہیے، کو ایک طرف ڈالنا اور یہ قبول کرنا کہ کشمیر کا بیشتر حصہ براہِ راست بھارتی حاکمیت کے ماتحت رہے۔

مزید یہ کہ مشرف نے فوج اور جہادیوں کے درمیان نال (umbilical cord) کو بالآخر کاٹ دیا ہے۔ شاید بھارت اپنے کو بہت زیادہ آرام میں محسوس کرتا ہے۔ اگر وہ جواباً کچھ نہ دے تو پاکستان مزید رعایتیں دے سکتا ہے۔ (دی ڈیلی ٹائمز، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۱۳)

پاکستانی قیادت اپنے کو اپنے عوام کو خود فریبی میں مبتلا کرنے کے لیے کچھ بھی کہے، جنرل پرویز مشرف کی کشمیر پالیسی کشمیر سے دست برداری سے کم کوئی چیز نہیں ہے اور پاکستانی قوم کو اس کھیل کو سمجھ کر اپنا کردار بلاتاخیر اور مؤثر ترین انداز میں ادا کرنے کے لیے کمربستہ ہو جانا چاہیے۔

خود انتظامی یا خود ارادیت

مسئلہ کشمیر کی اصل حقیقت کو پراگندا کرنے کی جو ناپاک کوشش ہو رہی ہے، اسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کشمیر کی جدوجہد آزادی تقسیمِ ملک کے بعد شروع نہیں ہوئی، اس سے بہت پہلے شروع ہوگئی تھی۔ قرارداد پاکستان (۱۹۴۰ء) سے بھی ۱۰ سال پہلے کشمیر میں عوامی تحریک اور قربانیوں کا لازوال سلسلہ شروع ہوگیا تھا اور اس پوری جدوجہد کا ایک ہی ہدف تھا ـــــ جموں و کشمیر کے

مسلمانوں کا ظالمانہ ڈوگرہ راج اور اس کے سرپرست برطانوی سامراج سے آزادی اور ریاست کے اسلامی تشخص کی روشنی میں اس کے مستقبل کی تعمیروتشکیل۔ قرارداد پاکستان کے اختیار کیے جانے اور تحریکِ پاکستان کے شروع ہوجانے کے بعد فطری طور پر تحریک آزادی کشمیر اس وسیع تر تحریک کا حصّہ بن گئی۔ تقسیم ملک کے اعلان کے ساتھ جموں و کشمیر کے مسلمانوں نے تحریک الحاق پاکستان کا آغاز کر دیا۔ آزاد کشمیر کا جو علاقہ آزاد ہوا ہے وہ کسی کی عنایت سے نہیں بلکہ مجاہدین کی قربانیوں سے آزاد ہوا ہے۔ اسی طرح شمالی علاقہ جات کے عوام کا اُٹھ کھڑا ہونا اور قربانیاں اس اسٹرے ٹیجک علاقے کی آزادی اور پاکستان سے رشتہ استوار کرنے کا ذریعہ بنی۔ اس حقیقت کو بھلایا جا رہا ہے کہ آزادی کی یہ تحریک ۱۹۳۰ء سے برسرِ جہاد ہے اور ۴۸-۱۹۴۷ء میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں نے ۴ لاکھ افراد کی قربانی پیش کر کے اس علاقے کو آزاد کرایا ہے جو آج آزاد جموں و کشمیر کے نام سے تحریک آزادیِ کشمیر کا بیس کیمپ بنا ہوا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں مقبوضہ کشمیر میں جو مزاحمت اور جہاد کی تحریک رونما ہوئی وہ اسی کا تسلسل اور سیاسی اور جمہوری ذرائع سے تبدیلی کے تمام دروازے بند کرنے کا نتیجہ ہے۔

پھر یہ بات بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ جسے آج خود انتظامی (self governance) کہا جا رہا ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ۱۹۵۳ء تک شیخ عبداللہ کے دور میں جو نقشۂ کار بنایا گیا تھا اس میں کم از کم نظری طور پر خود انتظامی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے دستور میں ایک خاص دفعہ ۳۷۰ اس کے لیے رکھی گئی۔ گو بعد میں بھارت نے اس شق کی دھجیاں بکھیر دیں اور پورے کشمیر پر بدترین مرکزی آمریت مسلط کی لیکن 'خود انتظامی' کا دلاسہ بار بار دیا گیا۔ پھر نرسیما راؤ کے زمانے میں زیادہ سے زیادہ (maximum) خودمختاری کی باتیں ہوئیں اور جموں و کشمیر کی اسمبلی نے جون ۲۰۰۲ء میں ایک قرارداد بھی منظور کی۔ شیخ عبداللہ اور اندرا گاندھی کے معاہدے کا مرکزی تصور بھی خود انتظامی ہی تھا اور آج بھی بھارت کی قیادت یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ وہ کشمیر کو خود انتظامی دے چکی ہے اور اگر خود انتظامی کی کہیں کمی ہے تو وہ پاکستانی حصّہ یعنی آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات میں ہے۔

روایت ہے کہ ڈھاکہ میں بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ نے پاکستانی ہم منصب

شوکت عزیز صاحب سے کہا تھا:

جموں و کشمیر پہلے ہی بھارتی دستور کے تحت خودمختاری سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور آزاد اور منصفانہ انتخابات کے ذریعے ایک مقبول منتخب حکومت قائم تھی۔ انھوں نے جناب عزیز کو بتایا کہ: ''پاکستان کے زیرنگرانی کشمیر میں خودمختاری کا واضح فقدان ہے اور گلگت بلتستان میں عوام کی خواہشات اور تمناؤں کا تعیّن کرنے کے لیے کسی بھی طرح کے عوامی انتخابات نہیں ہوئے ہیں''۔(دی ہندو، دی نیشن '۱۰ دسمبر ۲۰۰۵ء)

پاکستان کی موجودہ قیادت نے خودانتظامی کی بات کر کے کشمیر کے بارے میں اپنے سارے کیس کو خود ہی تباہ کر ڈالا ہے۔ مسئلہ خودانتظامی کا نہیں، خودارادیت کا ہے۔ اب ایشو ہی بدل گیا ہے اور ہم بھارت کے جال میں پھنس گئے ہیں اور جیسا کہ جوناتھن پاور نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ جنرل پرویز مشرف اپنے اس موقف کی وجہ سے کشمیر کے بڑے حصّے پر بھارت کی مستقل حاکمیت کو تسلیم کر چکے ہیں اور نتیجتاً کشمیر کی تقسیم کو مستقل حیثیت دینے پر تیار ہوگئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ عبداللہ کے بیٹے ڈاکٹر فاروق عبداللہ اور اس کے پوتے اور نیشنل کانفرنس کے موجودہ صدر عمر عبداللہ نے میرواعظ اور جنرل مشرف کی اس تجویز کو 'پرانی بوتل پر نیا لیبل' قرار دیا ہے اور میرواعظ پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''اگر ان کو ہمارا ایجنڈا ہی چرانا تھا تو ہزاروں افراد کو مروانے کی کیا ضرورت تھی''۔

بھارت تو دراصل کسی حقیقی 'خودانتظامی' کو بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور یہی وجہ ہے کہ دستور کی دفعہ ۳۷۰ میں بار بار ترمیم کی گئی ہے اور صدارتی حکم ناموں سے اس کا حلیہ بگاڑ دیا گیا ہے۔ نیز مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی کی ۲۶ جون ۲۰۰۰ء کی قرارداد جس میں خوداختیاری (autonomy) کا مطالبہ کیا گیا تھا وہ ۴ جولائی ۲۰۰۰ء ہی کو بھارتی کابینہ کے فیصلے کے ذریعے رد کر دیا گیا تھا اور تاریخ شاہد ہے کہ بھارت کسی شکل میں بھی حقیقی خوداختیاری دینے کے لیے نہ کبھی تیار ہوا اور نہ ہوگا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ خودانتظامی ایشو ہے ہی نہیں۔ اصل ایشو ایک اور صرف ایک ہے اور وہ ہے جموں و کشمیر کے عوام کے حق خودارادیت کا۔ اس کے حصول کے لیے خواہ کتنی ہی مدت لگے، وہاں کے عوام اس سے کم پر کبھی تیار نہیں ہوسکتے۔ وہ ۴۸-۱۹۴۷ء میں ۴ لاکھ افراد کی قربانی دے چکے ہیں اور ۱۹۸۹ء سے اب تک ایک لاکھ افراد جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں اور ان کے

جذبے اور جدوجہد میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ ان کو اگر کوئی مایوسی ہے تو وہ پاکستان کی قیادت سے اور اس کی روز روز کی قلابازیوں اور بے وفائیوں سے ہے۔ ورنہ ان کا حال تو یہ ہے کہ ؎

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دَم ہے اگر تُو، تو نہیں خطرہ افتاد

گذشتہ دو سال میں پاکستان نے جو پے بہ پے غلطیاں کی ہیں اور جنرل پرویز مشرف کی ساری پسپائیوں کے جواب میں بھارت نے جس ہٹ دھرمی، ضد اور اپنے اٹوٹ انگ مؤقف پر ڈٹے رہنے کا مظاہرہ کیا ہے، اس پر اب خود جنرل مشرف اور وزیر خارجہ خورشید قصوری بار بار کہہ رہے ہیں کہ بھارت نے کوئی لچک نہیں دکھائی اور ہم وہیں کھڑے ہیں جہاں پانچ سال پہلے کھڑے تھے ___ لیکن اس کے باوجود تاریخ سے نابلد اس قیادت کی آنکھیں نہیں کھلتی ہیں اور وہ امریکا کے بھروسے پر مزید پسپائیاں اختیار کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

امریکی منصوبہ

اس زمانے میں جو بھی بھارت یا مقبوضہ کشمیر گیا ہے، وہ اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ پاکستان کی اصولی اور متفق علیہ کشمیر پالیسی آج پارہ پارہ ہو چکی ہے اور پاکستان پر کشمیری عوام کا اعتماد بری طرح متزلزل ہو چکا ہے، جب کہ بھارت کی کشمیر پالیسی میں کوئی فرق نہیں آیا ہے اور وہ پاکستان سے مزید رعایات کا اسی طرح مطالبہ کر رہا ہے جس طرح اسرائیل مجبور فلسطینیوں سے شب و روز کر رہا ہے۔ امریکا اپنا کھیل کھیل رہا ہے۔ وہ ایک طرف پاکستان کو مزید پسپائی اختیار کرنے پر زور دے رہا ہے اور دوسری طرف بھارت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے پر تلا ہوا ہے۔ نیز اس کا مفاد اس میں ہے کہ کشمیر منقسم رہے مگر کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے امریکا کو اس علاقے میں مزید قدم جمانے، اپنی فوجوں کے قیام کے لیے کچھ اور علاقہ حاصل کرنے، اور پورے علاقے کی نگرانی کے لیے یہاں اپنی موجودگی کے لیے مزید سہولتیں حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔

یونائیٹڈ اسٹیٹس آف کشمیر کی امریکی تجویز دراصل کشمیر فار یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکا کا ایک جال ہے۔ امریکی دانش وروں کی کشمیر اسٹڈی کا ہدف اس کے سوا کچھ نہیں۔ البتہ ایک مزید

پہلو مطلوب ہے اور وہ کشمیر کے اسلامی تشخص کو بگاڑنا اور وہاں ایک سیکولر نظام کا فروغ' نیز بالآخر خود پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنا اور پاکستان اور بھارت کو لسانی' معاشی' تہذیبی وحدت کی طرف لے جانا جو بالآخر تقسیم ہند کے تاریخی عمل کو الٹی سمت میں موڑ سکے اور پھر اکھنڈ بھارت کی کوئی شکل وجود میں آسکے۔ اس ذہن کو سمجھنے کے لیے صرف دو حوالے پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

امریکی اسٹڈی گروپ کا ٹیپ کا بند یہ ہے:

> نئے وجود کا اپنا سیکولر جمہوری دستور ہوگا' اپنی شہریت' جھنڈا اور مقننہ ہوگی جو دفاع اور خارجہ امور کے علاوہ تمام معاملات پر قانون سازی کرے گی۔ بھارت اور پاکستان کشمیر کے وجود کے دفاع کے ذمہ دار ہوں گے۔ امید کی جائے گی کہ بھارت اور پاکستان کشمیر کے لیے مالی انتظامات کریں گے۔

کلدیپ نائر بھارت کے مشہور صحافی ہی نہیں سابق ہائی کمشنر بھی ہیں اور Track II میں ان کا بڑا کردار ہے۔ ان کے ارشادات بھی بہت ہی واضح ہیں:

> بھارت کی مرکزی حکومت دفاع' خارجہ امور اور مواصلات کے شعبے رکھ سکتی ہے اور دوسرے تمام معاملات پر کشمیریوں کو خود اپنے اُوپر حکومت کی اجازت دی جائے گی۔ بے شک پاکستان کو بھی لائن آف کنٹرول کی اپنی طرف اسی طرح کی اجازت دینا ہوگی۔ (سیفما لیکچر' ڈیلی ٹائمز' ۱۳دسمبر ۲۰۰۵ء)

دی نیوز کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کلدیپ نائر کے دل کی بات زبان پر آ گئی:

> مشہور بھارتی صحافی اور کالم نگار کلدیپ نائر نے کہا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان امن کا عمل پورے جنوبی ایشیا پر پھیل سکتا ہے اور ایک واحد ریاست وجود میں آسکتی ہے جس کی نرم سرحدیں اور معاشی خوش حالی ہو۔ (دی نیوز' ۱۴دسمبر ۲۰۰۵ء' ص ۱۸)

کلدیپ نائر نے ایک بار پھر بڑے شدومد سے یہ بات کہی ہے کہ مذہب کی بنیاد پر مسئلے کا کوئی حل قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ ان کی تقریر کا سارا زور اس پر تھا کہ قائداعظم نے پاکستان بنا کر غلطی کی اور مولانا ابوالکلام آزاد کا تصور درست تھا' بلکہ اپنے انٹرویو میں تو قائداعظم سے یہاں تک منسوب کر گئے کہ تقسیم کے بعد وہ اس شک میں مبتلا تھے کہ تقسیم صحیح ہوئی یا غلط۔ افسوس اس انٹرویو

کے وقت کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس صریح دریدہ دہنی پر اس کی گرفت کرتا:

> کراچی میں بحریہ کے ایک نوجوان افسر نے مسٹر جناح سے پوچھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن کا حصول صحیح قدم تھا یا نہیں؟ نائر کے مطابق‘ قائداعظم کا جواب تھا: میں نہیں جانتا۔

قائداعظم پر اس سے بڑا الزام ممکن نہیں۔ تقسیم کے بعد ایک نہیں ان کی درجنوں تقاریر گواہ ہیں کہ انھوں نے پاکستان کے قیام کو اللہ کا کتنا بڑا انعام اور مسلمانوں کی کتنی عظیم کامیابی قرار دیا۔ لیکن بھارت اور اس کی قیادت کا جو ذہن تقسیم سے پہلے تھا‘ آج بھی وہی ہے اور اصل ہدف تقسیم کی نفی اور مذہب کی بنیاد پر اجتماعی زندگی کی صورت گری کے مقابلے میں سیکولرازم کو مسلط کرنے کا نصب العین ہے۔ سارا کھیل اسی کے لیے ہے۔ پنجاب میں لسانی وحدت اور تجارت اور تہذیب و ثقافت دونوں ہتھیاروں کا بے محابا استعمال قائداعظم اور ملت اسلامیہ پاکستان کی جدوجہد سے حاصل شدہ اس آزاد اسلامی ملک کو ایک بار پھر کسی نہ کسی شکل میں بھارت کے ساتھ نتھی کرنے کے لیے ہے۔ ستم ہے کہ کچھ جواں سال دانش ور یہ مشورے دے رہے ہیں کہ تاریخ کو بھول جاؤ اور نئے بام و در تلاش کرو حالانکہ تاریخ کو نظرانداز کرنا ایسی سنگین غلطی ہے کہ اس کی تلافی ممکن نہیں۔ تاریخ کا قاضی بڑا ظالم نقاد ہے۔ یاد رکھیے‘ جو تاریخ سے خود سبق نہیں سیکھتے‘ تاریخ انھیں اپنے انداز میں بڑا سخت سبق سکھاتی ہے۔ بھارت اور امریکا کا نقشۂ کار بالکل واضح ہے۔ اس سے وہی آنکھیں بند کرسکتا ہے جو آنکھوں دیکھتے کنویں میں چھلانگ لگانے پر تلا ہوا ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ ملت اسلامیہ پاکستان خودکشی کی اس راہ پر قوم و ملک کو دھکیلنے کی کسی کوشش کو گوارا نہیں کرسکتی۔

اصل سبب ، اصل حل

سوال یہ ہے کہ پاکستان کی کشمیر پالیسی کی اس زبوں حالی کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کی اصل وجہ فردِ واحد کی حکمرانی‘ پارلیمنٹ کی بے بسی اور قومی احتساب کی کمی بلکہ فقدان ہے۔ ہمارا اصل سانحہ ہی یہ ہے کہ قومی امور پر فیصلے کرنے کے لیے مؤثر اداراتی نظام (institutional set-up) یا موجود نہیں یا اسے غیرمؤثر کر دیا گیا ہے۔ غلام محمد کے دَور سے لے کر جب وہ

گورنر جنرل تھے جنرل پرویز مشرف کے اقتدار سنبھالنے تک، کسی نہ کسی شکل میں اداروں کے انہدام کا عمل جاری رہا ہے جو جنرل مشرف کے دور میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ معاملہ کشمیر کا ہو یا فوج کے سیاست میں کردار کا، کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا مسئلہ ہو یا قومی مالیاتی ایوارڈ کا، بھارت سے دوستی کا مسئلہ ہو یا اسرائیل سے سلسلہ جنبانی کا، زلزلے کے متاثرین کے لیے ریلیف اور بحالی کی بات ہو یا صوبوں کے ترقیاتی منصوبوں اور ترجیحات کا معاملہ، ایک فردِواحد ہے جو محض اپنی ذاتی پسند و ناپسند (sweet will)، ترجیحات اور تعصّبات کی روشنی میں معاملات طے کر رہا ہے۔ باقی سب کا حال یہ ہے کہ ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم! سینیٹ، پارلیمنٹ، عدلیہ، سب غیرمؤثر ہو کر رہ گئے ہیں بلکہ ہم بربنائے علم یہ بھی ریکارڈ پر لے آنا چاہتے ہیں کہ موجودہ حکومت کی پالیسیوں سے نہ صرف یہ کہ بیش تر سابق سفارت کار اور خارجہ پالیسی پر گہری نگاہ والے دانش ور غیرمطمئن ہیں بلکہ خود دفتر خارجہ ایک مخمصے کا شکار ہے۔ صاف نظر آ رہا ہے موجودہ پالیسی کے بنانے میں خود دفتر خارجہ کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اداروں کے تباہ کیے جانے کا اس سے اندوہناک منظر کیا ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ جب تک اداروں کو بااختیار اور مستحکم کرنے کا اہتمام نہیں ہوگا اور عوام اور سیاسی اور دینی قوتیں اپنے اختیارات کو غاصبوں سے چھین کر دوبارہ اپنے ہاتھ میں نہیں لے آتے، ہماری آزادی، سلامتی، نظریاتی تشخص، معاشی صلاحیت ہر چیز داؤ پر لگی رہے گی۔ اس لیے خرابی کی اصلاح کے لیے جہاں یہ ضروری ہے کہ کشمیر کے مسئلے پر موجودہ قیادت کو قومی خودکشی کے راستے سے روکا جائے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ مسائل کے مستقل حل کے لیے فردِواحد کی حکمرانی کے نظام کو لگام دی جائے اور دستور اور قانون کی بالادستی، پارلیمنٹ کی حکمرانی اور عوام کے حقیقی اختیارات کے لیے جدوجہد کی جائے تاکہ خرابی کی جڑ کو دُور کیا جاسکے۔

مستقبل کے لیے حکمت عملی

کشمیر کے مسئلے پر جو بات سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ اصولی مؤقف پر استقامت اور دنیا کے حالات کو دیکھ کر ایسی حکمت عملی کی تشکیل ہے جو ہمارے اصولی اور تاریخی اہداف کے حصول کا ذریعہ بن سکے۔ منزل تک پہنچنے کے لیے نئے راستے اختیار کرنا تو مطلوب ہے لیکن بظاہر راستہ

نظر نہ آنے پر منزل ہی ترک کر دینا حماقت ہی نہیں قومی خودکشی بھی ہے۔

پاکستان کے دستور کی دفعہ ۲۵۷ میں قومی پالیسی کو نہایت نپے تلے الفاظ میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق ریاست ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے' اس کا وہی فیصلہ قبول کیا جائے گا جو وہاں کے عوام استصواب رائے کے ذریعے کریں گے۔ بعد میں پاکستان سے اس ریاست کے تعلقات وہاں کی عوام کی مرضی کے مطابق طے کیے جائیں گے۔ یہی وہ پالیسی ہے جو اقوام متحدہ کی قراردادوں سے مطابقت رکھتی ہے اور یہی اصول انصاف اور جمہوریت کا تقاضا ہے۔

اس بنیادی پالیسی فریم ورک کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت جلد بازی سے کوئی اُلٹا سیدھا 'حل' تلاش کرنا ایک عاجلانہ اقدام ہوگا جو پاکستان اور کشمیری عوام دونوں کے مفاد کے منافی ہے۔ اس وقت جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے' وہ صبر و ہمت اور حکمت کے ساتھ اپنے اصولی مؤقف پر قائم رہنا ہے۔ عالمی حالات میں تیزی سے تغیر آرہا ہے۔ امریکا کی خون آشام پالیسیاں دم توڑ رہی ہیں۔ پوری دنیا کے عوام تو امریکی پالیسیوں کے مخالف تھے ہی' اب خود امریکا میں بھی ہوا کا رخ بدل رہا ہے اور عراق میں امریکا کی شکست نوشتۂ دیوار بن گئی ہے۔ دنیا کے دانش ور چلّا رہے ہیں کہ امریکا کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتیجے میں دنیا میں دہشت گردی میں اضافہ ہوا ہے اور سب کا امن وسکون تہ و بالا ہو چکا ہے۔ اب یہ جنگ اور اس کے جلو میں بنائی جانے والی پالیسیاں انسانی آزادی اور جمہوری اقدار کے لیے خطرہ بنتی چلی جارہی ہیں۔ ان حالات میں سارا انحصار امریکا پر کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

اس وقت مسئلے کو زندہ رکھنا وقت کی اصل ضرورت ہے اور اس کے لیے تحریک مزاحمت کے ساتھ ایسی یک جہتی کا اظہار ہونا چاہیے جو پاکستان پر مقبوضہ کشمیر کے عوام کے اعتماد کو مزید پروان چڑھائے اور کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو ان کے اعتماد کو مجروح کرنے والی ہو۔ اس سے مکمل احتراز کیا جائے۔ بھارت پر نپے تلے دباؤ کو بڑھانا اور وہاں انسانی حقوق کی جس بے دردی سے پامالی کی جارہی ہے اس کو عالمی سطح پر اٹھانا ہمارا ہدف ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی تحریکِ مزاحمت کی ہر ممکن اخلاقی' مادی اور سفارتی تائید کی جائے۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جموں و کشمیر کے مسلمان بھارت کے ساتھ کسی قیمت پر

اور کسی شکل میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ انھوں نے جو قربانیاں دی ہیں اور جس عزم و ہمت کا شب و روز مظاہرہ کر رہے ہیں' اسے نظرانداز کر کے محض چند مفاد پرست عناصر کے بل بوتے پر بھارتی تسلط کو کسی بھی شکل میں دوام دینے کی کسی بھی کوشش کی کسی نوعیت کی بھی تائید کشمیری عوام سے غداری اور خدا کے غضب کو دعوت دینے والی چیز ہوگی۔

آج یہ بات بھی الم نشرح ہوچکی ہے کہ کشمیر کی اصل قیادت وہ ہے جو بھارت کے تمام مظالم اور پاکستان کی تمام پسپائیوں کے باوجود بھارت کے تسلط کے خلاف صف آرا ہے اور استصواب رائے کے بنیادی اصول سے ہٹ کر کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہیں۔ سید علی شاہ گیلانی کی قیادت میں کل جماعتی حریت کانفرنس اور تحریکِ حریت جموں و کشمیر ہی کشمیری عوام کی اصل امنگوں کی ترجمان ہے اور تمام مجاہد قوتوں کا اعتماد بھی اسی انقلابی قیادت کو حاصل ہے۔ حزب المجاہدین تحریکِ مزاحمت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اسے نظرانداز کر کے کشمیر کے مستقبل کا کوئی حل ممکن نہیں۔

زمینی حقائق پر جن کی نظر ہے' وہ واقف ہیں کہ اس وقت پاکستان کا سرکاری میڈیا جن شخصیات اور گروہوں کو اُبھارنے کی کوشش کر رہا ہے' وہ حقیقی عوامی تائید سے محروم ہیں اور تمام مؤثر سیاسی اور جہادی قوتیں انھیں شبہے کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ استعماری تسلط کے خلاف تحریکوں کا مطالعہ اس امر کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ فیصلہ کن قوتیں وہی ہوتی ہیں جو استعماری نظام کے خلاف مزاحمت کی جدوجہد کرتی ہیں۔ کشمیر میں بھی فیصلہ کن قوت موروثی گدی نشینوں کی نہیں' مجاہدین اور ان سیاسی قائدین کی ہے جو بے خوف و خطر بھارتی سامراج سے ٹکر لے رہے ہیں۔ پاکستانی عوام بھی جن لوگوں پر بھروسا کرتے ہیں وہ یہی مزاحمت کی قوتیں ہیں' بھارتی قیادت سے پینگیں بڑھانے والے نہیں۔

اس پس منظر میں پاکستان کے عوام اور یہاں کی مؤثر سیاسی اور دینی قوتوں کا فرض ہے کہ حالات کی نزاکت کو محسوس کریں اور راے عامہ کو متحرک و منظم کر کے موجودہ عاقبت نااندیش قیادت کو تباہی کے راستے سے روکنے اور بالآخر اسے اقتدار و اختیار سے ہٹا کر ایک ایسی سمجھ دار' معاملہ فہم اور صاحب بصیرت قیادت کو اختیارات کا امین بنانے کی جدوجہد کریں جو ملک و قوم کو اس کے اصل نصب العین اور اہداف کے حصول کے لیے سرگرم کر سکے' جو خود بھی ان مقاصد کی وفادار ہو اور قوم

اور اس کے تمام وسائل کو بھی ان مقاصد کے حصول کے لیے وقف کر دے۔

کشمیر اور پاکستان دو الگ الگ وجود (entities) نہیں ہیں' ایک دوسرے کا حصہ اور تکملہ ہیں۔ ہمارے لیے کشمیر کا مسئلہ سب سے پہلے ایک اصولی مسئلہ ہے کہ اس سے ڈیڑھ کروڑ مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اپنے ان مظلوم بھائیوں کو بے سہارا چھوڑ کر ان کے قاتلوں سے دوستی کی پینگیں بڑھائیں۔ پھر کشمیر اور پاکستان کا جغرافیائی' سیاسی' معاشی' مواصلاتی' تہذیبی اور دینی تعلق کچھ ایسا ہے کہ ان کے درمیان 'یا' (either / or) کا معاملہ نہیں بلکہ دونوں کی قسمت ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ جو پاکستان یا کشمیر کی بات کرتے ہیں' وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور پاکستانی قوم کو بھی' اس لیے کہ کشمیر پر دوسروں کا غاصبانہ تسلط پاکستان پر تسلط کے ہم معنی ہے اور بالآخر اس کی کمزوری پر منتج ہوگا۔ اسی لیے قائداعظمؒ نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ اگر ہماری شہ رگ دوسروں کے قبضے میں ہے تو کیا ہم محفوظ رہ سکتے ہیں؟

یہی وجہ ہے کہ آج کشمیر پالیسی اور کشمیر کے مستقبل کے بارے میں جو بات سید علی شاہ گیلانی کہہ رہے ہیں وہی قاضی حسین احمد اور آغا شاہی اور سردار آصف علی کہہ رہے ہیں۔ ہمارے لیے اپنے اصولی مؤقف پر ڈٹ جانے کے سوا کوئی متبادل راستہ نہیں۔

کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیر کے عوام کو اپنی آزاد مرضی سے کرنا ہے اور پاکستانی قوم اور قیادت کا فرض ہے کہ ان کو ان کے اس حق کے دلوانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دے اور اس باب میں کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کرے۔ گذشتہ چار پانچ سال میں جس کمزوری' بے اعتدالی اور پسپائی کا مظاہرہ کیا گیا ہے' اس سے فوری طور پر رجوع کیا جائے اور پاکستان کے تاریخی اور اصولی مؤقف پر سختی سے قائم رہنے اور قوم کو اس کے لیے متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ عالمی سطح پر پوری تیاری کے ساتھ ایک بھرپور مہم شروع کرنے کی بھی ضرورت ہے تاکہ عالمی ضمیر کو بیدار کیا جاسکے۔ تاریخ میں آج تک کسی قوم کو محض جبر اور قوت کے ذریعے محکوم نہیں رکھا جاسکا۔ جو قوم اپنی آزادی کے لیے جان کی قربانی دینے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی ہو' پھر اسے کوئی غلام نہیں رکھ سکتا۔ کشمیری عوام نے زندگی اور بھارت کے تسلط سے آزادی کے اسی راستے کو اختیار کرلیا ہے۔

اب پاکستان کا فرض ہے کہ وہ اس عظیم جدوجہد کی تقویت کا باعث بنے اور اس سلسلے میں

کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کرے۔ اب امتحان ان کا ہے جنھیں جرأت اور حوصلہ مندی کا دعویٰ ہے۔ جرأت نام ہے اپنے نصب العین اور مقاصد کے بارے میں استقامت اور جدوجہد کا۔ جو حق کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت انھی کو حاصل ہوتی ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔

گذشتہ شمارے میں یہ بتایا گیا تھا کہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء کی سہ ماہی میں رسالے کی توسیعِ اشاعت کے لیے غیرمعمولی کوششیں کی جائیں گی۔ ترجمان القرآن ایک پیغام کا علم بردار ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کو پڑھنے والے اس پیغام کو عام کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں دل چسپی رکھتے ہیں۔ آج اس کی جو غیرمعمولی اشاعت ہے اس کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد ہمارے رفقا کی کوششیں ہی ہیں۔

اس سہ ماہی مہم میں ہمارا بنیادی ہدف یہ ہے کہ معاشرے کے پڑھے لکھے ہر باشعور شہری تک ایک دفعہ نمونے کا پرچہ پہنچا دیا جائے۔ اس حوالے سے اپیل کی گئی ہے اور مختلف سطح کے نظم اس میں دل چسپی لے رہے ہیں۔ جنوری کے لیے ہمیں کافی بڑی تعداد میں آرڈر موصول ہو چکے ہیں۔ فروری اور مارچ میں یقیناً اضافہ ہوگا۔

مختلف پیشوں سے وابستہ ہمارے رفقا کی خصوصی کوشش ہونا چاہیے کہ یہ رسالہ ملک کے ہر استاد، صحافی، ڈاکٹر، انجینیر، وکیل، اکاؤنٹنٹ، کمپیوٹر اور آئی ٹی کے ماہر، سول اور فوجی افسر، تاجر، دکان دار، صنعت کار، کارپوریشنوں کے افسر اور عام پڑھے لکھے فرد تک پہنچے۔ نہ صرف مردوں تک بلکہ ان پیشوں سے وابستہ اور گھریلو امور میں مصروف تعلیم یافتہ خواتین کے ہاتھوں میں بھی ضرور جائے۔

دوسری طرف ہماری کوشش ہے کہ رسالے کا معیار بہتر سے بہتر ہو اور یہ پڑھنے والوں کے لیے ایک مکمل راہنما رسالہ ثابت ہو اور ہر ماہ انھیں فکری غذا ہی نہیں، بلکہ ایمان اور عملِ صالح کے لیے جذبہ اور توانائی بھی دے تاکہ آخری فیصلے کے وقت وہ فوزِ عظیم سے ہمکنار ہوں۔

(کتابچہ دستیاب ہے۔ منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور)

53

مذاکراتی عمل اور قیادت

دوسرے اداروں کے ذمہ داران سے مذاکرات کو بطور احسن سرانجام دینے کے لیے مذاکراتی مہارت اور صلاحیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صلاحیت بعض اوقات تنظیم کی کامیابی اور ناکامی کے درمیان وجہِ تفریق بن جاتی ہے۔ مذاکراتی عمل میں آپ کی کارکردگی کیسے بہتر ہو؟ تنظیم اس سے کیسے مستفید ہو؟ افراد کی مخفی صلاحیت کو کس طرح اُجاگر کیا جائے؟ دوسروں کے فکر اور رویے کو کیسے متاثر کیا جائے؟ اس سلسلے میں چند تجاویز:

- پہلے اپنے مقاصد کی وضاحت کی جائے، یہ بھی طے کرلیا جائے کہ ان مذاکرات سے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کیا حاصل کرنا مقصود ہے۔ اس کے لیے حکمت عملی پر خوب اچھی طرح سوچ بچار کرلی جائے۔
- اپنے کیس یا مؤقف کے پیش کرنے میں استدلال کا بھرپور استعمال کیا جائے۔ اس کے لیے اپنی سوچ اور فکر میں پختگی اور دلائل میں منطق پیدا کی جائے۔
- کیس کی مؤثر پیش کش کے لیے ضروری ہے کہ اسے حقائق اور اعداد وشمار کی روشنی میں بنایا جائے۔
- فریق ثانی سے پہلے اصولی باتوں پر اتفاق پیدا کیا جائے اور بعد میں عملی باتوں کی طرف توجہ مرکوز کی جائے۔
- مذاکرات بذاتِ خود ایک پیچیدہ عمل ہے جس کو ایک خوداعتماد لیڈر ہی کامیابی سے سر کرسکتا ہے۔ لہٰذا اپنے رویے اور گفتگو میں اعتماد ظاہر کیا جائے۔
- گفتگو اور لہجے سے رویے میں صدقِ اخلاص اور اخلاقِ حسنہ کی جھلک دکھائی دی جانی چاہیے۔
- مذاکرات میں جرأت، حوصلہ مندی کا ثبوت دیا جائے۔ مدِمقابل کے اختیارات، شخصیت، اس کے اثرونفوذ یا طبقاتی پس منظر سے ہرگز نفسیاتی طور پر زیرنہ ہوں۔
- اپنے حریف کے چہرے کے تاثرات، گفتگو کے انداز اور رویے کو سمجھنے کی مہارت یقیناً مذاکرات کے دوران حریف پر نفسیاتی برتری دلاتی ہے، جو مدمقابل کی کسی گیم کا حصہ بننے سے بچاتی ہے۔
- اندرونی طور پر، باہمی مشاورت کے عمل کو زندہ رکھا جائے تاکہ ان کی روشنی میں بہتر راہِ عمل تجویز ہوسکے۔
- اپنی حکمت عملی میں لچک رکھی جائے تاکہ کچھ لو کچھ دو کے اصول پر رہ کر قابلِ قبول حل نکل سکے۔

مذاکرات کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے کہ جب دونوں فریقین کو یقین ہو کہ وہ اپنے مطلوب سے قریب تر حاصل کرچکے ہیں اور دونوں نے پایا زیادہ سے زیادہ اور کھویا کم سے کم ہے۔

سنابل العلم

اعلانِ مکہ یا اعلانِ واشنگٹن؟

پروفیسر خورشید احمد

دسمبر ۲۰۰۵ء میں مکہ مکرمہ میں اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کی سربراہی کانفرنس غیرمعمولی اہمیّت کی حامل تھی۔ یہ اجلاس تنظیم کے قیام کے ۳۶ سال بعد اور نائن الیون کے بعد رونما ہونے والی صورت حال کے چار سال بعد منعقد ہو رہا تھا۔ اس کے سامنے بڑا بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ آج کے حالات میں اُمت مسلمہ کے اصل مسائل اور چیلنجوں کی روشنی میں اُمت کی یہ مرکزی سیاسی تنظیم کہاں تک وقت کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہے اور اس کے اہداف، مستقبل کے وژن اور خود تنظیم کے چارٹر، تنظیمی ڈھانچے اور طریق کار میں کن تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

اس اجلاس سے پہلے ۲۰۰۳ء میں ملایشیا میں منعقد ہونے والے اجلاس میں نئے نقشۂ کار کی تیاری کے لیے اہم شخصیات کا ایک کمیشن قائم کیا گیا تھا جس کے دو اجلاس ملایشیا اور پاکستان میں منعقد ہوئے اور پھر خود مکہ مکرمہ میں ستمبر ۲۰۰۵ء میں عالمِ اسلام کے اہم مفکرین اور علما کا ایک اجتماع منعقد ہوا تاکہ اس سربراہی اجلاس میں ضروری تیاری (home work) کے بعد کوئی واضح نقشۂ عمل سامنے آسکے۔

اس سربراہی کانفرنس میں ترکی کے طیب اردگان، شام کے بشارالاسد، مصر کے حسنی مبارک اور لیبیا کے معمر القذافی نے شرکت نہیں کی۔ سعودی عرب کے شاہ عبداللہ اور ایران کے احمدی نژاد کی تقاریر بحیثیت مجموعی اچھی تھیں۔ سیکرٹری جنرل اکمل الدین اوغلو کی تقریر بھی اس لحاظ سے قابلِ ذکر تھی کہ اس میں ایک طرف وقت کی ضرورت کا ادراک تھا اور دوسری طرف خود احتسابی کی دعوت تھی۔ کانفرنس نے بہت دبے ہوئے فدویانہ لہجے میں یہ کہا کہ کسی رکن ملک پر حملے کو قبول نہیں کیا

جائے گا' جب کہ یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ کسی ایک پر حملہ سب پر حملہ سمجھا جائے گا اور متحد ہو کر مقابلہ کیا جائے گا۔

اس پس منظر میں اجلاس کی تین اہم دستاویزات' یعنی اعلانِ مکہ' کانفرنس کا اعلامیہ اور ۱۰ سالہ منصوبۂ کار سامنے آئے ہیں۔ حسب معمول اجلاس میں سربراہوں کی دھواں دھار تقاریر بھی ہوئی ہیں لیکن ان تمام تقاریر اور تینوں دستاویزات کا تجزیہ کیا جائے تو سخت مایوسی ہوتی ہے اور الحقُّ مُرٌّ (سچائی کڑوی ہوتی ہے) کے اصول کا احترام کرتے ہوئے ہم یہ سوال کرنے پر مجبور ہیں کہ اس سربراہی کانفرنس کا اعلامیہ 'اعلانِ مکہ' تھا یا 'اعلانِ واشنگٹن' کی ہی ایک شبیہہ!

کانفرنس کی ساری کارروائی اور اعلانات کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام کا اصل مسئلہ 'دہشت گردی' کے خلاف امریکا کی نام نہاد جنگ ہے اور اندرونی طور پر اصل مسئلہ 'انتہا پسندی' ہے جس کا 'روشن خیالی' اور 'اعتدال پسندی' کے ذریعے توڑ کے لیے حکمران ایک عالم گیر 'کروسیڈ' میں مشغول ہیں' اور اس کے لیے مسجد و منبر اور مدرسہ اور میڈیا سب کو وقف ہونا چاہیے۔ اس سربراہی کانفرنس نے بش اور کونڈو لیزا رائس کے ہم زبان ہوتے ہوئے مسلمان ممالک میں اس مقصد کے لیے نصابِ تعلیم کی تبدیلی کا حکم بھی صادر فرما دیا ہے۔ یہ اعلامیہ جہاں قیادت کے ذہنی افلاس اور فکری غلامی کا غماز ہے' وہیں سیاسی بصیرت اور ایمانی جرأت کی کمی بھی اس کی سطر سطر سے ہویدا ہے ___ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

ہم چند کلیدی مسائل کے حوالے سے اس اعلامیے کے مایوس کن پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پہلا مسئلہ دہشت گردی کا ہے جسے موجودہ امریکی قیادت نے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے اور کر رہی ہے اور مسلمان ممالک کے سربراہ اپنے اپنے مفاد میں اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ کوئی صاحبِ ایمان اور بالغ نظر دانش ور اور سیاسی کارکن حقیقی دہشت گردی کا جواز پیش نہیں کر سکتا' لیکن آج اصل مسئلہ دہشت گردی نہیں' وہ حالات ہیں جو دہشت گردی کو جنم دے رہے ہیں۔ جب تک ان کے بارے میں صحیح رویہ اختیار نہیں کیا جاتا' دہشت گردی اور عدمِ تحفظ میں اضافہ ہی ہوگا' کمی نہیں۔ جب تک قبضے اور ریاستی دہشت گردی کے مسئلے کو حل نہیں کیا جاتا' دہشت

گردی کے مسئلے کا حل ممکن نہیں۔ ستمبر ۲۰۰۵ء میں مکہ میں علما اور دانش وروں کا جو اجتماع ہوا تھا اس نے سرکاری نمایندوں کی ناراضی کے باوجود کھل کر یہی بات کہی تھی، مگر سربراہوں کے اعلامیے میں اس حقیقت پسندانہ تجزیے کا کوئی پرتو نظر نہیں آتا۔ اُس دستاویز میں اہلِ علم نے صاف کہا تھا کہ:

۱- مسلم دنیا کے لیے دہشت گردی کا مقابلہ کرنا اور اس کی بنیادی وجوہات کو دُور کرنا لازمی ہے۔

۲- اپنے دفاع کے بنیادی حق، نیز غیرملکی تسلط کے خلاف تحریکِ آزادی اور دہشت گردی میں امتیاز ہونا چاہیے۔

۳- دہشت گردی کے بنیادی اسباب کا سامنا کرنا چاہیے اور ان کے خلاف لڑنا چاہیے۔

۴- او آئی سی کو دہشت گردی کی تعریف کرنے اور جارحیت اور غیرملکی تسلط کی مزاحمت کرنے میں، جس کی ضمانت بین الاقوامی معاہدوں اور اداروں نے دی ہے، زیادہ بڑا کردار ادا کرنا چاہیے۔

واضح رہے کہ اس سے پہلے ۲۰۰۲ء میں مکہ میں علما نے چھے دن دہشت گردی کے مسئلے پر غور کر کے جو مؤقف بیان کیا تھا، اس میں بھی جہاں حقیقی دہشت گردی کی موثر مذمت تھی، وہیں دفاع اور آزادی کی تحریکاتِ مزاحمت کو اس زمرے سے خارج کرنے کا واضح اعلان تھا۔ اسی طرح مصر (شرم الشیخ) میں اگست ۲۰۰۵ء میں البرکۃ گروپ کے زیراہتمام علما اور فقہا کا جو اجتماع ہوا اس کی متفقہ قرارداد میں یہ موجود ہے کہ:

> کسی بھی طرح اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ 'دہشت گردی' کی اصطلاح میں اپنے دفاع، جارحیت کے خلاف اپنے تحفظ اور تسلط کے خلاف مزاحمت کرنے کو شامل کرلیا جائے۔
>
> زمین پر قبضہ کرنے والوں اور حقوق غصب کرنے والوں کے خلاف مزاحمت ایک قانونی فریضہ ہے۔ اس صورت میں قتل ہونے کے لیے سامنے آنے کو خودکشی نہیں کہا جاسکتا خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے۔ دہشت گردی اور لوگوں کے اپنے دفاع، خود ارادیت اور قابضین کے خلاف مزاحمت کے حق میں فرق ہونا چاہیے۔ یہ وہ حقوق

ہیں جن کی عالمی تنظیموں کے جاری کردہ معاہدے ضمانت دیتے ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس کانفرنس کے اعلامیے اور سربراہان کی تقاریر میں اس ریاستی تشدد اور ظلم کا کوئی ذکر نہیں جو امریکا، اسرائیل، روس اور بھارت اپنے اپنے علاقوں میں مسلمانوں پر توڑ رہے ہیں اور نہ ان جارحانہ پالیسیوں پر کوئی گرفت ہے جن کے نتیجے میں عالمِ اسلام ہی نہیں، ساری دنیا کے عوام ان سامراجی قوتوں کے خلاف چلّا رہے ہیں۔ ستم ہے کہ فلسطین اور کشمیر کے سلسلے میں حق خودارادیت کی بات تو کی گئی ہے لیکن اسرائیل اور بھارت کے مظالم کے خلاف کوئی لفظ ان اعلانات میں موجود نہیں۔ عراق اور افغانستان سے امریکی فوجوں کی واپسی کا کوئی مطالبہ نہیں اور شہری آبادی پر جو وحشیانہ مظالم ہوتے رہے ہیں، ان کے لیے مذمت کا ایک لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ مسلمان عوام اور حکمرانوں کے درمیان جو بُعد ـــــ بلکہ بُعد المشرقین ہے اس کی اس سے زیادہ اندوہناک مثال اور کیا ہوسکتی ہے؟

دوسرا بنیادی مسئلہ اسلام اور اس کے بنیادی عقائد اور تعلیمات بشمول جہاد کے سلسلے میں مغربی یلغار کا ہے۔ اس سلسلے میں سخت معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے جیسے کمزوری مسلمانوں ہی کے مؤقف میں ہے اور وہ انتہاپسندی اور تنگ نظری میں مبتلا ہیں۔ مغرب کا ہدف نہ انتہاپسندی ہے اور نہ تنگ نظری ـــــ اس کا اصل ہدف خود اسلام اور اسلام کے تحت رونما ہونے والا وہ ذہن ہے جو دوسروں کی غلامی اور محکومی کا باغی ہو اور اپنے ایمان، اقدار، اصول اور حقیقی مفادات کے مطابق خودانحصاری کی بنیاد پر دنیا میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مغرب کے مطالبے پر اور بش کے تراشیدہ تصورات کو اگر مسلم ممالک کے سربراہ بھی پیش کریں گے تو اسے مسلمان اُمت کا ضمیر کبھی قبول نہیں کرسکتا۔

ہماری اصل ضرورت حالات کی صحیح تشخیص اور پھر دیانت داری سے اصلاحِ احوال کے نقشۂ کار کی ترتیب کی ہے۔ یہ ان تینوں دستاویزات میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا حالانکہ ستمبر ۲۰۰۵ء کے مکہ کے اجتماع نے اس سلسلے میں بڑے کھلے انداز میں بات کہہ دی تھی۔ راقم الحروف نے خود اس اجتماع میں شرکت کی تھی۔ درج ذیل نکات شرکا کے متفقہ جذبات کی عکاسی کرتے ہیں:

۱- پہلی ضرورت صحیح وژن کی ہے اور وہ وژن اسلام اور مسلم تاریخ اور روایات پر مبنی ہونا

چاہیے، مغرب کے مطالبات اور ترغیبات پر نہیں۔

۲- اصل چیز اُمت مسلمہ کا دینی، اخلاقی، تہذیبی تشخص (identity) ہے۔ جب تک اس تشخص کو تجدید اور ترقی کی بنیاد نہیں بنایا جائے گا، کامیابی ممکن نہیں۔ اس اجتماع میں تو یہ بات تک کہی گئی تھی کہ جب تک اس اُمت کو ہم اپنے فکروعمل کا ماخذ نہیں بناتے جو حرمِ کعبہ میں طواف وسعی میں مشغول ہے، محض سلطانی ضیافت کے دیوان میں بیٹھے ہوئے لوگ اُمت کے مسائل کے حل کی راہ ہموار نہیں کر سکتے۔

۳- تیسری بنیادی بات یہ کہی گئی تھی کہ اصل کمی مشوروں اور منصوبوں کی نہیں، عزم وارادے (political will) کی ہے۔ جب تک یہ نہ ہو سب کارروائی کاغذی رہے گی۔

۴- اس اجتماع میں کھل کر بتایا گیا تھا کہ اصل مسئلہ حکمرانوں اور عوام میں بُعد اور خود مسلم دنیا کے نظامِ حکومت میں اسلام کی کارفرمائی اور عوام کی شرکت اور مؤثر اختیار کی کمی ہے۔ اس رپورٹ کا سب سے پہلا نکتہ ہی یہ تھا کہ: ○ عوام اور حاکموں کی تمناؤں کے درمیان بُعد ○ مسلم دنیا میں خودانحصاری کا فقدان ○ شہری آزادیوں کا فقدان ○ فیصلوں اور ان کے نفاذ کے درمیان دُوری کا خاتمہ کیا جانا چاہیے، نیز ○ اچھی حکمرانی کی بنیاد جمہوریت، قانون کی حکمرانی، حقوق انسانی، حقوقِ نسواں، سماجی انصاف، شفافیت، جواب دہی، انٹی کرپشن اور سول سوسائٹی کے اداروں کی تعمیر پر ہونا چاہیے۔ ○ مسلم دنیا میں سیاسی شراکت کو بڑھانے کے لیے عوام اور قیادت کے درمیان پُل تعمیر کر کے خلا کو پُر کرنا چاہیے ○ عوام کو بااختیار بنانا لازمی اقدام ہے جو اٹھایا جانا چاہیے۔

ان تجاویز اور سفارشات کا کوئی پرتو سربراہی کانفرنس کے اعلانات میں نظر نہیں آتا اور یہی وجہ ہے کہ یہ کانفرنس اس تبدیلی کے آغاز کے بارے میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکی جو وقت کی ضرورت اور اس تنظیم کے تنِ مُردہ میں جان ڈالنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

آخر میں ہم یہ وضاحت بھی کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تنظیم کی کمزوری اور سربراہوں کی ناکامی اُمت مسلمہ کی ناکامی نہیں، بلکہ یہ اُمت اور اس کے حکمرانوں کے درمیان بُعد کا آئینہ ہے اور یہ اُمت اسی وقت اپنا حقیقی کردار ادا کر سکے گی جب اس کی قیادت اُمت کے عزائم کی آئینہ دار ہو اور عوام اور حکمران یک زبان ہو کر وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کی زندہ مثال بن جائیں۔

قرآن زندگی کی راہ نما کتاب ہے
کیوں نہ یہ واقعی ہماری راہنما ہو!

رمضان میں ایک موقع ملتا ہے تراویح میں پورا قرآن سننے کا۔ اُس کا مطلب سمجھنے کے لیے بہت سی تدابیر کی جاتی ہیں: پہلے سے پڑھ کر جائیں، تراویح کے بعد خلاصہ بیان ہو، ہر چار رکعت کے بعد بیان ہو وغیرہ وغیرہ۔

لیکن قرآن سے تعلق رکھنے اور سمجھنے کا سال بھر جاری ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ صبح ۶ سے ۷ بجے تک پاکستان ٹیلی ویژن سے یا کسی اور چینل سے، یا سی ڈی سے، قرآن کی تلاوت جو ترجمے کے ساتھ ہوتی ہے اُس کو سنا جائے۔ اس کا اہتمام کیا جائے تو دو ماہ میں انسان کا ذہن و قلب پورے قرآن کے مطالب سے براہ راست آشنا ہو جاتا ہے۔

قرآن کو براہِ راست سننے اور اس کا مطلب جاننے کا اپنا ہی ایک اثر ہوتا ہے۔

صحیح و غلط، بُرے اور اچھے، جائز و ناجائز کی تمیز ہو جاتی ہے، عقائد پر ایمان واقعی ایمان ہو جاتا ہے، سمتِ زندگی درست ہو جاتی ہے۔

— جن کے گھروں میں ٹی وی ہے وہ اس کا انتظام کریں کہ روزانہ ۶ سے ۷ بجے تک سب اہلِ خانہ یہ ترجمہ سنیں۔ یوں یہ محفل قرآن روز منعقد ہو۔

— جن کے گھروں میں ٹی وی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ آس پاس گھرانوں میں نہیں ہے، وہ اعلان کریں اور روزانہ صبح ۶ سے ۷ بجے ان کے ڈرائنگ روم کے دروازے کھلے ہوں گے تاکہ جو چاہے آئے اور سنے۔

— دیہاتوں میں تنظیمیں اس کا انتظام کریں کہ جہاں ٹی وی ہے وہاں لوگ ضرور اس کو سنیں۔ اسے عام طور پر کیا جائے تو معاشرے میں قرآن پاک سے تعلق کی ایک تحریک چل سکتی ہے۔

— تعلیمی اداروں کے ہوسٹلوں میں ایک گھنٹہ قرآن باترجمہ سننے کو کلچر کا حصہ بنا دیا جائے۔

آپ اللہ کے کلام سے جڑ جائیں، وہ خود روشنی دکھائے گا۔
آپ انگلی پکڑ لیں، وہ خود راستے پر چلائے گا۔

(خیرخواہ)

آیت الکرسی کا مطالعہ

اُن قرآنی آیات کی روشنی میں جن کا آغاز 'اللہ' سے ہے

اُسامہ مراد

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابومنذرؓ! جانتے ہو تمھارے پاس جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کی کون سی آیت سب سے بڑی (عظیم) ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا: اے ابومنذرؓ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی جو کتاب ہے اس کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (یعنی آیت الکرسی)۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا' اور فرمایا: اے ابومنذرؓ! یہ علم تمھیں مبارک ہو۔ (مسلم)

حضرت اُبی بن کعبؓ کی کنیت ابومنذر ہے۔ آپؐ کے ان صحابیوں میں سے تھے جو قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے اور قرآن مجید کے فاضل تھے اور صحابہ کرامؓ میں سے بہترین فہمِ قرآن کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ (تفہیم الاحادیث، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، جلد ہشتم' ص ۱۳)

اسی بڑی اور عظیم آیت' آیت الکرسی کے سلسلے میں جماعت اسلامی ہند کے ترجمان ماہنامہ زندگی نو کے اکتوبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں ایک مضمون کے مطالعے کے دوران خیال آیا کہ کلامِ پاک کی وہ آیات جمع کی جائیں جن کا آیت الکرسی کی طرح اسمِ ذات 'اللہ' سے آغاز ہوتا ہو۔ ایسی ۲۷ آیات کی نشان دہی زندگی نو کے مذکورہ مضمون میں کی گئی تھی مگر بار بار

کے نتیجے میں یہ ۳۴ نظر آئیں (اللہ تعالیٰ بھول چوک معاف فرمائے)۔ آیات کی ترتیب قرآن پاک کی ترتیب کے مطابق ہے۔ بہت معمولی ردوبدل کے ساتھ ترجمہ تفہیم القرآن سے لیا گیا ہے۔ بعض آیات میں ان سے قبل یا بعد کی آیات مل کر ہی مضمون مکمل ہو رہا تھا وہاں قوسین میں اسے بھی درج کر دیا ہے۔ عربی متن کسی بھی نسخے سے دیکھا جا سکتا ہے۔

[جب یہ (منافقین) اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ اصل میں ہم تمھارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں (مومنوں) سے محض مذاق کر رہے ہیں۔ البقرہ ۲:۱۴]

اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے، وہ ان کی رسی دراز کیے جاتا ہے، اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ (۲:۱۵)

۲- اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ نہ سوتا ہے، نہ اسے اونگھ آتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی۔ الا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔ (۲:۲۵۵)

۳- اللہ حامی و مددگار ہے ان کا، جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے، اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں، ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں، وہ انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۲:۲۵۷)

۴- اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ حقیقت میں اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ (آل عمرٰن ۳:۲)

۵- اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ تم سب کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچّی بات اور کس کی ہوسکتی ہے۔(النساء ۴:۸۷)

۶- اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں، پھر وہ اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا، اور اُس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقتِ مقرر تک کے لیے چل رہی ہے اور اللہ ہی اس سارے کام کی تدبیر فرما رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔(الرعد ۱۳:۲)

۷- اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے، جو کچھ اس میں بنتا ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔(۱۳:۸)

[وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔۱۳:۹]

۸- اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا رزق دیتا ہے۔ یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں، حالاں کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں۔(۱۳:۲۶)

۹- اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی ساری موجودات کا مالک ہے۔ اور سخت تباہ کن سزا ہے قبولِ حق سے انکار کرنے والوں کے لیے۔(ابراھیم ۱۴:۲)

[جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روک رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ راستہ (ان کی خواہشات کے مطابق) ٹیڑھا ہو جائے۔ یہ لوگ گمراہی میں بہت دُور نکل گئے ہیں۔۱۴:۳]

۱۰- اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے تمھاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے

کشتی کو تمھارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمھارے لیے مسخر کیا۔ (۳۲:۱۴)

[جس نے سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں اور رات اور دن کو تمھارے لیے مسخر کیا' جس نے وہ سب کچھ تمھیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ ۱۴: ۳۳-۳۴]

۱۱- اللہ وہ ہے' جس کے سوا کوئی خدا نہیں' اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ (طٰہٰ ۲۰:۸)

[اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کو خوب معلوم ہے۔ الحج ۲۲:۶۸]

۱۲- اللہ قیامت کے روز تمھارے درمیان ان سب باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ (۲۲:۶۹)

[کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے؟ سب کچھ ایک کتاب میں درج ہے۔ اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ ۲۲:۷۰]

۱۳- اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سمیع اور بصیر ہے۔ (۲۲:۷۵)

[جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ واقف ہے' اور سارے معاملات اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ ۲۲:۷۶]

۱۴- اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو' چراغ ایک فانوس میں ہو' فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا' اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی' جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے' (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہوگئے ہوں)' اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے' وہ لوگوں کو مثالوں

سے بات سمجھا تا ہے' وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔ (النور ۲۴:۳۵)

۱۵- اللہ کہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (النمل ۲۷:۲۶)

۱۶- اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے' یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (العنکبوت ۲۹:۶۲)

۱۷- اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے' پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا' پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔ (الروم ۳۰:۱۱)

۱۸- اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا' پھر تمھیں رزق دیا' پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے' پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا۔ کیا تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو اِن میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (۳۰:۴۰)

۱۹- اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادل اٹھاتی ہیں' پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور انھیں ٹکڑیوں میں تقسیم کرتا ہے' پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادلوں میں سے ٹپکے چلے آتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکایک وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں۔ (۳۰:۴۸)
[حالاں کہ اس کے نزول (برسنے) سے پہلے وہ مایوس ہو رہے تھے۔ ۳۰:۴۹]

۲۰- اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمھاری پیدایش کی ابتدا کی' پھر اس ضعف کے بعد تمھیں قوت بخشی' پھر اس قوت کے بعد تمھیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جاننے والا' ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۳۰:۵۴)

۲۱- اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن ساری چیزوں کو جو اِن کے درمیان ہیں چھے دنوں میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اس کے سوا نہ تمھارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اس کے آگے سفارش کرنے والا' پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ (السجدہ ۳۲:۴)

[وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اُوپر اس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔ ۳۲:۵]

[کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو؟ الصّٰفّٰت ۳۷:۱۲۵]

۲۲- اللہ کو جو تمھارا اور تمھارے اگلے پچھلے آباواجداد کا رب ہے۔ ۳۷:۱۲۶)

۲۳- اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے‘ ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ اُسے سُن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں‘ اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہِ ہدایت پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لیے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔ (الزمر ۳۹:۲۳)

۲۴- اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کرلیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقتِ مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غوروفکر کرنے والے ہیں۔ (۳۹:۴۲)

[کیا اس خدا کو چھوڑ کر ان لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ ان سے کہو: کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ ان کے اختیار میں کچھ نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟ کہو: شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے۔ پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔ ۳۹:۴۳-۴۴]

۲۵- اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (۳۹:۶۲)

[زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں وہی گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ ۳۹:۶۳]

۲۶- اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو‘ اور

دن کو روشن کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بڑا افضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔(المومن ۴۰:۶۱)

[وہی اللہ (جس نے تمھارے لیے یہ کچھ کیا ہے) تمھارا رب ہے' ہر چیز کا خالق۔ اس کے سوا کوئی معبُود نہیں۔۴۰:۶۲]

۲۷- اللہ تعالیٰ وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو جاے قرار بنایا اور اُوپر آسمان کا گنبد بنادیا۔ جس نے تمھاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ بنائی۔ جس نے تمھیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمھارا رب ہے۔ بے حساب برکتوں والا ہے وہ کائنات کا رب۔(۴۰:۶۴)

[وہی زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبُود نہیں۔ اسی کو تم پکارو اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔۴۰:۶۵]

۲۸- اللہ تعالیٰ ہی نے تمھارے لیے یہ مویشی جانور بنائے ہیں تاکہ ان میں سے کسی پر تم سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔(۴۰:۷۹)

[ان کے اندر تمھارے لیے اور بھی بہت سے منافع ہیں۔ وہ اس کام بھی آتے ہیں کہ تمھارے دلوں میں جہاں جانے کی حاجت ہو وہاں تم ان پر پہنچ سکو۔۴۰:۸۰]

۲۹- اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان نازل کی ہے۔ اور تمھیں کیا خبر' شاید کہ فیصلے کی گھڑی قریب ہی آ لگی ہو۔(الشوریٰ ۴۲:۱۷)

[جو لوگ اس کے آنے پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں' مگر جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ آنے والی ہے۔ خوب سن لو' جو لوگ اس گھڑی کے آنے میں شک ڈالنے والی بحثیں کرتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دُور نکل گئے ہیں۔۴۲:۱۸]

۳۰- اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ جسے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے' اور وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔(۴۲:۱۹)

[جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے اس کی کھیتی کو ہم بڑھاتے ہیں' اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا

ہے اسے دنیا ہی میں سے دیتے ہیں، مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ۴۲:۲۰]

۳۱- اللہ ہی تو ہے جس نے تمھارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار رہو۔ (الجاثیہ ۴۵:۱۲)

[اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمھارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے ___ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔ ۴۵:۱۳]

۳۲- اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں، لہٰذا ایمان لانے والوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ (التغابن ۶۴:۱۳)

۳۳- اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی اُنھی کے مانند۔ اُن کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ (یہ بات تمھیں اس لیے بتائی جارہی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ (الطلاق ۶۵:۱۲)

۳۴- اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ (اخلاص ۱۱۲:۲)

ان آیات کی تلاوت اور ترجمے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب آیت الکرسی کے مضامین ہی کو بار بار تازہ اور واضح کر رہی ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ جاننے کی کچھ کوشش کرتے ہیں۔

آغاز میں درج حدیث کی تشریح کے ضمن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بقول:

''آیت الکرسی کی یہ عظمت اور اہمیت اس بنا پر ہے کہ یہ قرآن مجید کی ان چند آیتوں میں سے ہے، جن میں توحید کی مکمل تعریف بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور دلانے ہی کے لیے آیا ہے، اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور حاصل نہ ہو تو باقی ساری تعلیم بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ توحید آدمی کی سمجھ میں آجانے کا مطلب یہ ہے کہ دین کی بنیاد قائم ہو گئی۔ اس بنا پر قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت وہ ہے جس میں توحید کے مضمون کو بہترین طریقے سے بیان کیا گیا ہے''۔ (تفہیم الاحادیث، جلد ہشتم، ص ۱۳)

تفہیم القرآن میں مولاناؒ نے لکھا ہے کہ ''انسانوں کے عقائد و نظریات اور مسالک و مذاہب

خواہ کتنے ہی مختلف ہوں بہرحال حقیقت نفس الامری جس پر ذہن و ایمان کا نظام قائم ہے یہ ہے، جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔ انسانوں کی غلط فہمیوں سے اس حقیقت میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں آتا مگر اللہ کا منشا یہ نہیں ہے کہ اس کے ماننے پر لوگوں کو زبردستی مجبور کیا جائے۔ جو اس کو مان لے گا، وہ خود ہی فائدے میں رہے گا اور جو اس سے منہ موڑے گا وہ آپ نقصان اٹھائے گا''۔ (جلد اوّل، ص ۱۹۶)

ایک نئی کتاب کلید البقرہ میں محترم خرم مرادؒ نے سورۂ بقرہ کو مضامین کے اعتبار سے آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے آخری حصے 'اُمت مسلمہ کے مشن کی تکمیل کے ذرائع، جہاد اور انفاق' کے درمیان اس آیت کو جواہر اور موتیوں کے ہار کے وسط میں نمایاں نگینہ قرار دیا ہے' اور لکھا ہے کہ اس آیت میں وہ سب کچھ ہے جس کی اللہ پر ایمان کی مضبوطی کے لیے ضرورت ہے' اور جو جہاد اور انفاق دونوں کو طاقت بخشتی ہے۔ آپ کو نہ اپنے دشمنوں کی طاقت اور دولت سے خوف کھانے کی ضرورت ہے اور نہ زندگی کھونے یا غریب ہونے سے ڈرنے کی۔ اس لیے کہ اللہ حی و قیوم ہے' ہمیشہ رہنے والا ہے' زندگی کا سرچشمہ ہے' خود قائم ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس کا علم اور طاقت زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس پر محیط ہے۔ (ص ۳۹)

سید قطب شہیدؒ آیت الکرسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یہ آیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وہ صفات بیان کرتی ہے جن سے توحید کا عمیق ترین اور وسیع ترین مفہوم سامنے آتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک عظیم الشان آیت ہے' جس کا مفہوم عمیق اور وسیع ہے۔

اللہ' اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں' زندۂ جاوید' (کائنات کو سنبھالنے اور) قائم رکھنے والا' اُسے نہ اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند' اس کی ہیں وہ سب چیزیں' جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں' کون ہے جو اس کے حضور سفارش کر سکے الا یہ کہ اس کا اذن ہو۔ وہ جانتا ہے ان سب چیزوں کو جو ان (کی نظروں) کے سامنے ہیں اور انھیں بھی جو ان کے پیچھے ہیں' وہ اس کے علم میں سے کسی بھی شے کا احاطہ نہیں کر سکتے بجز اس کے جو وہ چاہے' اس کی کرسی (اقتدار) آسمانوں اور زمین (سب) پر چھائی ہوئی ہے' اور وہ ان کی نگہبانی سے تھکتا نہیں۔ اور وہی بلند و بالا اور صاحب عظمت و جلال ہے۔

مذکورہ بالا صفات میں سے ہر صفت اسلامی تصور کے کُلی اور بنیادی اصولوں میں سے ایک

اصول پر مشتمل ہے۔ مکی قرآن بالعموم اسلامی تصور کی تعمیر کے گرد گردش کرتا ہے۔ (اس لیے اس میں صفاتِ الٰہی کا عام طور سے ذکر ہے) مگر مدنی قرآن میں بھی (جس میں زیادہ تر احکام کی تفصیل ہے)۔ مختلف مناسبتوں کے تحت ہم اس بنیادی اور اہم موضوع کو پاتے ہیں کیوں کہ اس کی بنیاد پر پورا اسلامی نظام استوار ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام دل و دماغ میں اسی وقت صحیح طور سے جاگزیں ہوسکتا ہے‘ جب کہ یہ بنیاد دل میں صحیح طور سے پیوست اور پوری طرح واضح و منقح ہوکر ایسے مسلّم حقائق میں تبدیل ہوجائے‘ جو واضح بھی ہوں اور یقین سے بھرپور بھی......

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کے دل و دماغ میں پوری طرح واضح و منقح ہونے کی غیر معمولی اہمیت ہے کیوں کہ جاہلی تصورات سے قلبِ انسانی پر جو تہ بہ تہ پردے پڑ جاتے ہیں‘ وہ اکثر و بیش تر صفاتِ الٰہی کے پوری طرح واضح نہ ہونے‘ خرافات واساطیر کے دلوں پر چھا جانے اور تاریکیوں کے--- جو عظیم فلسفیوں کے فلسفے تک میں موجود ہیں--- عام ہونے کے باعث پڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام آیا۔ اور اس نے خدائی صفات کو منقح کر کے پوری وضاحت سے بیان کیا‘ قلوب واذہان سے ان بھاری اور بوجھل پردوں کو ہٹایا اور انھیں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے اور بھٹکتے پھرنے سے نجات دلائی‘‘۔ (فی ظلال القرآن ‘ترجمہ: سید حامد علی‘ ج ا‘ ص ۶۷۶-۶۷۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں عقیدۂ توحید کے عملی تقاضے کما حقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

قربانی اور فلسفۂ قربانی

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

دنیا کا نظام جن الٰہی قوانین پر قائم ہے ان میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ اشیا کو اُن کے کمالات کی طرف ترقی دینے میں، جس طرح مبدا فیاض کی طرف سے علی قدرِ مراتب، جود و بخشش کا فیضان ہوتا ہے، اُسی طرح خود اشیا کو بھی کمال کے ہر نئے مرتبے میں اپنے پچھلے مرتبے کے لوازم اور مالوفات و مرغوبات کو قربان کرنا پڑتا ہے اور اس قربانی کے بغیر تحصیلِ کمالات کے سفر میں وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ بخار کو پانی بننے کے لیے اپنی آزادی اور ہوائیت کو قربان کرنا پڑتا ہے، اور وہ تقیدات قبول کرنا ہوتے ہیں جو مائیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ پانی کو برف بننے کے لیے پھر اپنی رہی سہی آزادی سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، اپنے بہت سے آبی خواص کی قربانی دینی ہوتی ہے، تب جا کر اُسے پتھر کی سی سختی اور شیشے کی سی صفائی اور چمک میسر ہوتی ہے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ بخار کے لیے حالت بخار میں رہتے ہوئے اور ہوا کی سی آزادی و لطافت رکھتے ہوئے وہ کمالات بھی جمع ہو جائیں جو صورتِ مائیہ کے ساتھ مخصوص ہیں، اور وہ کمالات بھی جو برف کے لیے مقدر کیے گئے ہیں۔

یہ سنت اللہ ہے جس میں کوئی استثنا اور تغیر و تبدل نہیں، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الفتح ۴۸:۲۳)۔ تمام مخلوقاتِ عالم پر یہی قانون جاری ہے، اور سب کی طرح انسان بھی اسی کے زیر اثر ہے۔ نطفہ اپنی صورتِ نطفیہ کو قربان کر کے صورتِ انسانیہ حاصل کرتا ہے، بچہ اپنے بچپن کو قربان کر کے جوانی حاصل کرتا ہے، اور جوان اپنی جوانی کھو کر بڑھاپے کی بزرگی حاصل کرتا ہے۔

پھر زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں ترقی کرنے اور اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لیے انسان کو کچھ نہ کچھ قربانیاں نہ دینی پڑتی ہوں۔ بڑائی اور بزرگی کا دامن ہر میدان میں قربانی اور ایثار کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایک بڑے فائدے کے لیے بہت سے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں' ایک بڑی لذت کے لیے بہت سی تلخیاں گوارا کرنی پڑتی ہیں' ایک اعلیٰ مرتبے کے لیے بہت سے اُن مزوں کو ہاتھ سے دینا پڑتا ہے جو ادنیٰ مراتب میں حاصل تھے۔ جس علامہ کی جلالتِ علمی پر آپ رشک کرتے ہیں اُس سے پوچھیے کہ اس نے کتنی راتیں آنکھوں میں کاٹی ہیں اور کتنا خونِ جگر تحقیق واکتشاف کی راہ میں کھپایا ہے؟ جس مَلِکُ التُّجّار کی دولت کو دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی بھرا آتا ہے اس سے پوچھیے کہ روپیہ کمانے کی جدوجہد میں کس طرح اس نے دن کے آرام اور رات کے چین کو اپنے اُوپر حرام کرلیا ہے؟ جس مدبّرِ سلطنت کے اقتدار اور شان وشوکت کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں' اس سے پوچھیے کہ اسے کتنی کش مکش' کتنی پریشانیوں' کتنی ٹھوکروں' اور کتنی روحانی وجسمانی اذیتوں کے بعد اس مقام تک پہنچنا نصیب ہوا ہے؟ غرض زندگی کا کوئی میدان لے لیجیے' ہر جگہ آپ یہی دیکھیں گے کہ کمال اور ترقی کا ہیولیٰ لذتوں کے خون سے تیار ہوتا ہے اور کمال کے مراتب جتنے بلند ہوتے ہیں' ان کے لیے قربانیاں بھی اتنی ہی زیادہ درکار ہوتی ہیں۔

دنیوی کمالات سب کے سب جزئی کمالات ہیں' اس لیے وہ قربانیاں بھی صرف جزئی چاہتے ہیں۔ دنیوی کمالات جتنے ہیں سب مادّی ہیں یا ان میں مادّے کی آمیزش ہے' اس لیے وہ قربانیاں بھی ایسی ہی چاہتے ہیں جو مادّی قسم کی ہوں یا مادّے سے لگاوَ رکھتی ہوں۔ دنیوی کمالات کا مقصود نفس یا تعلقاتِ نفس کے لیے فوائد کا حصول ہوتا ہے' لہٰذا ان کے لیے صرف وہ چیزیں قربان کی جاتی ہیں جو نفس اور اس کے محبوبات ومطلوبات سے ماسوا ہیں۔ مگر کمالِ حقیقی کا معاملہ سب سے جداگانہ ہے۔ یہ کلّی کمال ہے' قربانی بھی کلّی چاہتا ہے۔ مادّے سے مجرد ومنزہ ہے' اس لیے جسم کی نہیں نفس وروح کی قربانی چاہتا ہے۔ گو ظاہری شکل کے اعتبار سے اس کے لیے بھی بہت سی ایسی قربانیاں دینا پڑتی ہیں جو مادّی قسم کی ہیں' یا مادّے سے لگاوَ رکھتی ہیں' لیکن دراصل وہ مادّے کی قربانیاں نہیں ہیں بلکہ ان محبتوں' ان دل چسپیوں' ان لذتوں اور ان علائق کی قربانیاں ہیں جو انسانی روح اس دنیا کی مادّی اشیا کے ساتھ رکھتی ہو۔ اس کمال کا مقصود نفس یا تعلقاتِ نفس نہیں

بلکہ حق ہے، اس لیے وہ خود نفس کی قربانی چاہتا ہے، اور بشرطِ ضرورت نفس کے ساتھ ہر وہ شے اس کے لیے قربان کرنی پڑتی ہے جو نفس کو مرغوب ہو۔

یہی نکتہ ہے جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰل عمرٰن ۳:۹۲)

یعنی تم نیکی کے مقامِ رفیع تک پہنچ نہیں سکتے جب تک کہ وہ چیزیں نہ خرچ کرو جنھیں تم عزیز و محبوب رکھتے ہو۔ یہ مِمَّا تُحِبُّوْنَ کا لفظ اتنی وسعت رکھتا ہے کہ جان، مال، اولاد، رشتہ دار، دوست، وطن، قوم، عزت، شہرت، ہردلعزیزی، لذت و مسرت، عیش و آرام، عقائد و افکار، حریتِ خیال و آزادیِ عمل، غرض ہر محبوب شے اس میں داخل ہے، اور ان سب چیزوں کو مِمَّا تُحِبُّوْن کے دائرے میں لے کر حکم لگایا گیا ہے کہ اگر تم 'نیکی' کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنا چاہتے ہو، تو تمھیں حق کی خاطر ان میں سے ہر چیز قربان کرنا پڑے گی۔ حق سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ تم اس سے محبت رکھو، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ ۲:۱۶۵) جو چیز تمھارے دل میں اتنا گھر کرلے گی کہ اس کی محبت حق کی محبت سے بڑھ جائے اور حق کے مقابلے میں تم اس کو عزیز رکھنے لگو، وہی بت ہے، صنم ہے، بنائے شرک و کفر ہے، نیکی کے مقام تک پہنچنے میں وہی سنگِ راہ ہے۔ اس کمال کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلی ضرب اِسی بت پر لگاؤ اور اسے پاش پاش کر کے حق کی محبت کو سب محبتوں پر غالب کردو۔

غور سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں اوّل سے لے کر آخر تک جو کچھ ہے قربانی ہی قربانی ہے۔ اسلام میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے، انسان کو آزادیِ فکر و آزادیِ عمل کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ 'اسلام' لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ اب آپ اس کے لیے آزاد نہیں ہیں کہ جو عقیدہ چاہیں اختیار کریں اور جو راہِ عمل پسند کریں اس پر چلنے لگیں بلکہ آپ کا کام وہ اعتقاد رکھنا ہے جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے، اور ان احکام و قوانین کے مطابق چلنا ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ نے مقرر کردیے ہیں:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ، (الاعراف ۷:۳)

جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تمھاری جانب اُتارا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور

اسے چھوڑ کر ان کی پیروی نہ کرو جن کو تم نے دوست بنا لیا ہے۔

یہ 'اسلام' یا 'نیکی' کے راستے میں پہلا قدم ہے' اور اسی پر اتنی بڑی قربانی دینی پڑتی ہے کہ اچھے اچھے اِسی مقام پر ڈگمگا جاتے ہیں۔ یہاں زندگی کے ہر شعبے میں حلال اور حرام کے حدود ہیں' خبیث اور طیب کے امتیازات ہیں' فرائض و طاعات ہیں' حقوق و واجبات ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر کیا ہے۔ داعیاتِ نفس قدم قدم پر انسان کو اِثم وعدوان کی طرف کھینچتے ہیں' مگر اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ حدود اللہ پر نفس کی ساری خواہشوں کو بھینٹ چڑھاؤ' لذتوں کا خون کرو' فائدوں کو قربان کر دو۔ یہ تقویٰ اور پاکیزگی کی راہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر ایک قدم بھی انسان اپنے جذبات و داعیات' اپنے لطف اور اپنے فوائد کی قربانی دیے بغیر نہیں چل سکتا۔ فضل و احسان کا مقام تو بہت بلند ہے' فرائض و واجبات کے ٹھیک ٹھیک بجا لانے میں حقوق کو پوری طرح ادا کرنے' اور گناہ کے راستوں سے بچ نکلنے ہی میں نفس پر کچھ کم جبر نہیں کرنا پڑتا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا' یہ تو صرف پہلا ہی قدم ہے' یہ پورا اسلام نہیں ہے' بلکہ اسے محض اسلام میں داخلے کا امتحان سمجھیے۔ اسلام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ نماز پڑھیں' روزہ رکھیں' بشرطِ استطاعت حج اور زکوٰۃ ادا کریں' معاصی سے محترز رہیں اور حقوق ادا کرتے رہیں' بلکہ اسلام کی اصلی روح یہ ہے کہ آپ حق کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھیں اور جب موقع آئے تو کسی چیز کو بھی حق پر فدا کر دینے میں دریغ نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے کہ ایک طرف حق ہو اور اس کے ساتھ جان و مال کا زیاں ہو' مصیبتیں اور تکلیفیں ہوں' رسوائیاں اور ٹھوکریں ہوں' اور دوسری طرف باطل ہو اور اس کے ساتھ عیش و آرام ہو' لطف و مسرت ہو' اور ہر طرح کے فائدے ہوں' تو مسلمان وہی ہے جو حق کے پہلو کو اختیار کرے' اور اس کی خاطر ان سب مصائب کو بخوشی برداشت کر لے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۱۵۵-۱۵۶)

ہم ضرور تم کو کچھ خوف اور بھوک اور جان و مال اور ثمرات کے زیاں سے آزمائیں گے' اور (اے نبیؐ) تو ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے دے جن پر اگر کوئی مصیبت

آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

اگر کسی وقت خود اپنے باپ بھائی، اہلِ خاندان اور دوست، حق کے دشمن ہو جائیں تو مسلمان وہی ہے جو حق کے لیے ان سب کو چھوڑ دے اور کسی سے تعلق نہ رکھے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔ (المجادلہ ۵۸:۲۲)

تو کوئی قوم ایسی نہ پائے گا جو اللہ اور یومِ آخر پر ایمان بھی رکھتی ہو اور پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے محبت بھی رکھے، چاہے وہ دشمنانِ خدا و رسولؐ ان کے باپ یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر کسی وقت قوم اور وطن کی حق سے دشمنی ہو جائے تو مسلمان وہی ہے جو حق کی خاطر قوم سے قطع تعلق کر لے اور وطن کو خیرباد کہہ دے، ورنہ اس کو منافق کہا جائے گا خواہ وہ کیسا ہی نمازی پرہیزگار ہو:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (النساء ۴:۸۹)

تم ان کو ہرگز دوست نہ بنانا جب تک کہ وہ خدا کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔

اگر کسی وقت دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ کی ضرورت پیش آجائے تو مسلمان وہی ہے جو سر ہتھیلی پر لے کر مرنے اور مارنے کے لیے نکل آئے، اور حق کی خاطر جان قربان کر دینے میں ذرا دریغ نہ کرے۔ جس نے اس موقعے پر کوتاہی کی، اس کا دعوئِ اسلام جھوٹا ہے خواہ کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا (اٰل عمرٰن ۳:۱۶۶-۱۶۷)

جس روز دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی، اس دن تم پر جو مصیبت آئی وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لیے تھی کہ مومنوں اور منافقوں کا فرق معلوم ہو جائے۔

غرض اسلام کچھ نہیں ہے مگر حق پر فدا ہو جانے اور ہر عزیز سے عزیز شے فدا کر دینے کا ایک عاشقانہ جذبہ۔ جس شخص میں یہ جذبہ موجود نہ ہو، جو شخص حق کے مقابلے میں جان یا مال، یا اولاد، یا ملک وقوم، یا کسی اور دنیوی چیز کو عزیز رکھتا ہو، اس کا اسلام ادھ موا بلکہ بے جان ہے۔

قرآن مجید میں طرح طرح سے اس سچی اسلامی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اسی غرض کے لیے پچھلی اُمتوں کے انبیا اور صالحین کے فداکارانہ واقعات کو مؤثر پیرائے میں دہرایا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو حق کی طرف بلاتے ہیں، سالہا سال بلکہ قرنہا قرن تک شدید مصائب برداشت کرتے ہیں اور جب وہ نہیں مانتی تو خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا! ان کافروں میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑ، رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح ۷۱:۲۶)۔ ان کی آنکھوں کے سامنے بیٹا غرق ہوتا ہے، بیوی ہلاک ہوتی ہے، مگر ایمان میں ذرا فرق نہیں آتا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بدکار قوم کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی طرف بلایا جاتا ہے اور قید وذلت کی دھمکی دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کے مقابلے میں قید زیادہ محبوب ہے، رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَيْهِ (یوسف ۱۲:۳۳)۔ فرعون کے ساحر حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد بے تکلف اعلان کر دیتے ہیں کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (الاعراف ۷:۱۲۱-۱۲۲) "ہم پروردگارِ عالم پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا خدا ہے"۔ فرعون ان کو سخت عذاب دے کر ہلاک کر دینے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (طٰہٰ ۲۰:۷۲) "تجھے جو کچھ کرنا ہے کر گزر۔ تیرا حکم تو بس اسی دنیا کی زندگی پر چل سکتا ہے"۔ اصحابِ کہف اپنی قوم کے مذہب سے علانیہ تبریٰ کرتے ہیں کہ ہم خداوند ارض وسما کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں گے، رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا (الکہف ۱۸:۱۴) "اور جب قوم کے راستے سے ان کا راستہ الگ ہو جاتا ہے تو گھر بار عزیز اقارب سب کو چھوڑ کر ایک غار میں جا بیٹھتے ہیں"۔

ان سب سے بڑھ کر حضرت ابراہیمؑ کی فداکاریاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے

لیے اسوۂ حسنہ فرمایا ہے۔ انھوں نے حق کی خاطر وہ سب کچھ قربان کیا جو دنیا میں ایک انسان کو عزیز ہوسکتا ہے۔ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑا اور صاف اعلان کیا کہ تمھارے معبودوں سے مجھے کچھ سروکار نہیں، اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (الزخرف ۴۳:۲۶) قوم اور سلطنت اور خود اپنے باپ سے دشمنی مول لی۔ ان کے بتوں کو توڑا، قوم نے ان کو آگ کا عذاب دینا چاہا تو انھوں نے آگ کے گڑھے میں گرنا قبول کیا مگر حق کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ پھر اپنے باپ، اپنے خاندان اور اپنی قوم سب کو چھوڑ کر وطن سے تن بہ تقدیر نکل کھڑے ہوئے اور سب سے کہہ دیا کہ ہمارا اب تم سے کچھ تعلق نہیں، ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی ہوگئی تاوقتیکہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ، کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗٓ (الممتحنہ ۶۰:۴)۔ یہ سب محبتیں قربان کر دینے کے بعد ایک محبت باقی رہ گئی تھی جو حق کی محبت کے پہلو بہ پہلو دل میں جاگزیں تھی۔ حکم ہوا کہ اس بت کو بھی توڑو۔ خواب میں دکھایا گیا کہ اپنے ہاتھوں اپنے عزیز بیٹے کو جو بڑھاپے کی لکڑی تھا، ذبح کر رہے ہیں۔ حضرتِ حق آزمانا چاہتے تھے کہ یہ دوستی کا مدعی اولاد کی محبت کو بھی ہماری محبت پر قربان کرتا ہے یا نہیں، مگر وہ سچا مسلمان اس آزمایش میں بھی پورا اُترا۔ اس کا دعویٰ عشق سچا تھا۔ جو کچھ خواب میں دیکھا تھا، بیداری میں بھی کر دکھانے پر آمادہ ہوگیا۔ اس طرح جب حق کی محبت پر ساری محبتیں قربان ہوگئیں، تب بارگاہِ خداوندی سے اپنے اس بندے کو ایمان کی سند دی گئی، اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷:۱۱۱) اور اسے نوعِ بشری کا امام بنایا گیا، اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرہ ۲:۱۲۴)۔ اور تمام عالم کے مسلمانوں سے کہا گیا کہ تمھارے لیے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی زندگی ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے، قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ (الممتحنہ ۶۰:۴)۔

عیدالاضحیٰ کا تہوار اسی روح کو سال بہ سال تازہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ قربانی کی ظاہری شکل، جانور پر چھری چلانا، اس کا خون بہانا فی نفسہٖ مقصود نہیں ہے، بلکہ ان ظاہری اعمال سے دراصل اس سب سے بڑی قربانی کی یاد تازہ کرنا مقصود ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محبوبِ حقیقی کے لیے دی تھی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ فعل عبث ہے، ایک جانور کو ذبح کر دینے

سے کیا فائدہ؟ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ مہذب قومیں جو بڑے بڑے آدمیوں کے مجسمے نصب کرتی ہیں اور ان کی برسیاں مناتی ہیں، ان سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ یہی نا کہ ان ظاہری علامتوں سے ان کے کارناموں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی تقلید کا جذبہ دلوں میں زندہ ہوتا ہے۔ بس یہی فائدہ اس قربانی کا بھی ہے۔ خدا کو جانور کا گوشت پوست اور اس کا خون نہیں پہنچتا، بلکہ وہ ایثار و فدویت کی روح اس کو عزیز ہے جو اس کے پاک بندے ابراہیمؑ کے رگ و پے میں جاری و ساری تھی، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان میں یہی روح پیدا ہو، ہر مسلمان اسی طرح اپنی تمام محبتوں کو حق کی محبت پر قربان کرنے کے لیے آمادہ رہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج ۲۲:۳۷) اللہ کو ان کے گوشت اور ان کے خون نہیں پہنچتے بلکہ اسے تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

('اشارات'، ترجمان القرآن، جلد ۳، عدد ۶، ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ، فروری ۱۹۳۴ء، ص ۲-۱۰)

ترجمان القرآن

سہ ماہی توسیعِ اشاعت مہم

جنوری ـــــ مارچ ۲۰۰۶ء

کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لیجیے

[آپ کا قطرے جتنا کام دریا بنا دے گا]

- کسی سے صرف کہہ دیجیے کہ ترجمان القرآن اچھا مفید رسالہ ہے' سالانہ خریدار بن جاؤ۔
- استاد ہیں ـــــ کلاس میں ایک دفعہ ضرور کہیں کہ اس کا پابندی سے مطالعہ تمھاری تعلیم کے معیار کو بہتر کر دے گا۔ (ایک دفعہ کی قید نہیں)
- ڈاکٹر ہیں ـــــ اپنے کمرہ انتظار میں مریضوں اور ان کے لواحقین کے لیے تازہ شمارہ دستیاب رکھیے
- دکان دار ہیں ـــــ کاؤنٹر پر رسالہ رکھیے' کوئی پوچھے تو سالانہ خریدار بننے کا کہیے۔ (نہ پوچھے تب بھی کہہ سکتے ہیں)

ـــــ وعلیٰ ہذا القیاس......

کسی بھی سطح پر' کسی بھی تنظیم میں' نظم کے ذمہ دار ہیں تو اپنی کسی نشست میں ضرور غور کیجیے کہ ترجمان القرآن کی اشاعت میں اضافے کے لیے کیا کر سکتے ہیں ـــــ جو طے کریں اس پر عمل ضرور کیجیے۔

ـــ انتظامیہ ترجمان القرآن ـــ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

رضی محمد ولی ○

موسمِ حج کی آمد آمد ہے' چمنستانِ مکہ میں کرۂ ارض کے ہر قریے' ہر بستی سے رنگ برنگے' خوشبوؤں سے معطر' رنگ ونسل کی تفریق سے عاری لاکھوں پھول کھلنے والے ہیں۔ ان پھولوں میں کالے بھی ہیں گورے بھی' عربی بھی ہیں' عجمی بھی' چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی' گویا کہ پھولوں کا ایک میلہ لگنے جا رہا ہے۔ ایک ایسا میلہ جو ہر دیکھنے والی آنکھ کو بھلا لگتا ہے اور محوِ حیرت کر دیتا ہے۔ نہ جانے کتنے ہی اس میلے میں شرکت کے متمنی اپنی حسرتِ ناتمام کو سینے سے لگائے اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے' اور ان گنت ایسے ہیں جو آج بھی ماہیِ بے آب کی مانند تڑپ رہے ہیں۔ ایسے میں یقیناً خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنھیں ربّ کائنات نے اپنا مہمان ہونے کا شرف بخشا۔

اللہ کا یہ ہر مہمان جب رختِ سفر باندھتا ہے تو بے ساختہ' فرطِ جذبات سے پکار اُٹھتا ہے کہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ (حاضر ہوں اے اللہ' میں حاضر ہوں)۔ لوگ بڑے چاؤ سے اس در پر آتے ہیں' ساری توجہ مرکوز کر لینے کے لیے' زندگی کے چند لمحات کو انمول کر لینے کے لیے۔ یہاں کچھ بھی اہم نہیں اگر اہم ہے تو فقط ایک حاضری' حضوری کا احساس۔ لیکن ہم حاضر ہو کر بھی غیر حاضر رہتے ہیں۔ اُمت وسط کے شہسوارو! ذرا ٹھیرو...... اور لمحے بھر کو سوچو کہ تم جو پکار رہے ہو کہ حاضر ہوں اے اللہ' میں حاضر ہوں!!! کیا اس کا ادراک رکھتے ہو؟ کیا تمھیں پتا ہے تم اپنے معبُود کے حقیقی معبُود ہونے کا اقرار کر رہے ہو؟ کیا یہ بھی جانتے ہو کہ تم تمام باطل معبُودوں کی نفی کر رہے ہو؟

○ الخرج، سعودی عرب

اگر تمھارا جواب نہیں میں ہے، تو سنو!

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں!

لفظ اللہ جس کی مالا جپتے جپتے تمھارے منہ نہیں تھک رہے، یہ لفظ اِلٰہ سے نکلا ہے۔ الٰہ کے معنی معبُودِ کے ہوتے ہیں، وہ معبُود جس کی پرستش کی جائے، جسے پوجا جائے۔ وہ خدا پوری کائنات کا مالک ہے۔ خالق وہ ہے، رزاق وہ ہے، موت اور زندگی اس کی طرف سے ہے، مصیبت اور راحت بھی اسی کی طرف سے ہے، جو کچھ کسی سے چھینا جاتا ہے اس کا چھیننے والا بھی حقیقت میں وہی ہے۔ ڈرنا چاہیے تو اس سے، مانگنا چاہیے تو اس سے، سر جھکانا چاہیے تو اس کے سامنے، عبادت اور بندگی کی جائے تو اس کی۔ اس کے سوا ہم کسی کے بندے اور غلام نہیں اور اس کے سوا کوئی ہمارا آقا نہیں۔ ہمارا اصل فرض یہ ہے کہ اسی کا حکم مانیں اور اسی کے قانون کی پیروی کریں۔ یاد رکھو! اگر ہم اس کے قانون کی خلاف ورزی کریں گے تو ہماری زبان، ہمارے ہاتھ پاؤں، اور زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ، ہمارے خلاف اللہ کی عدالت میں گواہی دے گا۔ ایسی بے بسی ہوگی کہ ایک گواہ بھی صفائی پیش کرنے کے لیے نہ ملے گا۔ کوئی وکیل پیروی کرنے والا نہیں ہوگا۔ وہ عدالت ایسی نہیں ہے جہاں جھوٹی گواہیاں اور جعلی دستاویزات پیش کر دی جائیں اور فیصلہ اپنے حق میں کرا لیں۔ وہاں رشوت بھی نہیں چلتی، اس لیے ناانصافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اللہ سورۂ تین میں خود کہتا ہے: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ (التین ۹۵:۸) ''کیا اللہ سب حاکموں (انصاف کرنے والوں) سے بڑا حاکم (منصف) نہیں ہے''۔

مگر تم نے تو کہیں اپنی نفسانی خواہشات کو معبُود بنا رکھا ہے، کہیں مال و متاع کو، کہیں اپنے سے طاقت ور کو، کہیں اپنی مصلحتوں کو۔ خود غور کرو، کس معبُود سے مخاطب ہو؟ اُس سے جو ہر وقت تمھارے ساتھ ہے۔ اس سے جو تمھاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، یا اس سے جس کا نبیؐ ہجرت کے موقع پر اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) کی پریشانی دیکھ کر کہتا ہے: ابوبکرؓ! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے۔

آج تک جس نے بھی اُس کی حاضری کا دم بھرا ہے اُس کے لیے یہ زمین کانٹوں کا بچھونا ثابت ہوئی ہے۔ وہ صرف اس سفرِ مقدس میں حاضر نہیں ہے بلکہ ہماری حاضری تو وہ روز بلکہ ہر لمحے

لگواتا ہے۔ دن میں پانچ بار مؤذن اس کے دربار میں حاضری کی یاد دلاتا ہے۔ جب وہ اپنی اذان میں پہلا لفظ کہتا ہے اللّٰہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)، یعنی اس نے بلایا ہے جو سب سے بڑا ہے۔ اُس سے بڑا اس کائنات میں کوئی نہیں ہے، لہٰذا سب کام کاج چھوڑ دو، سب کھیل کود چھوڑ دو، سب سے ملنا جلنا چھوڑ دو، بڑے نے بلایا ہے۔ بالکل اسی طرح جب کسی کمپنی میں کوئی شخص کام کر رہا ہو اور بہت زیادہ مصروف ہو، ایسے میں کچھ دوست آجائیں تو کہتا ہے: یار! بعد میں آجانا مصروف ہوں، بہت ضروری کام ہے آج ہی ختم کرنا ہے۔ اگر گھر سے بیوی یا بچے فون کرلیں تو ان سے بھی وہی کہتا ہے جو دوست سے کہا تھا کہ بعد میں فون کرلینا کیونکہ ابھی بہت مصروف ہوں۔ لیکن ایسی مصروفیت میں اگر کوئی پیغام دے کہ کمپنی کے چیف ایگزیکٹیو یا مینیجنگ ڈائرکٹر، یا جنرل مینیجر بلا رہا ہے، تو ایسے میں کام کرنے والا سب کچھ ویسے ہی چھوڑ دیتا ہے جیسا کہ رکھا ہوا ہے۔ وہ اتنا انتظار بھی نہیں کرتا کہ اپنی چیزوں کو تو سمیٹ کر رکھ جاؤں، اور بھاگ کر جاتا ہے۔ اور ایسے ہی نہیں جاتا بلکہ اپنا حلیہ درست کرتا ہے، بالوں میں جلدی سے کنگھی کرتا ہے، نہ ہو تو ہاتھوں سے درست کرتا ہے، کپڑوں کی سلوٹیں درست کرتا ہے اور فوراً حاضر ہو جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جب مؤذن اذان دیتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنا دربار سجا لیا ہے اور اب تمھاری حاضری کا وقت ہے۔ بڑے نے بلا لیا ہے۔ پھر جب تم اپنے کاروبار میں لین دین کر رہے ہوتے ہو اور کبھی ناپ تول میں ڈنڈی مار رہے ہوتے ہو تو وہ اُس وقت بھی حاضر ہوتا ہے۔ جب تم کسی کا حق دینے میں لیت ولعل سے کام لے رہے ہوتے ہو، تب بھی وہ حاضر ہوتا ہے۔ جب تم کسی کام کے عوض رشوت سے اپنے ہاتھوں کو ناپاک کر رہے ہوتے ہو، تب بھی وہ حاضر ہوتا ہے۔ جب تم بات کرنے میں جھوٹ بول کر اپنی زبان کو گندا کر رہے ہوتے ہو، تب بھی وہ حاضر ہوتا ہے۔ جب تم کسی سے وعدہ کر کے جان بوجھ کر پورا نہیں کر رہے ہوتے ہو، وہ تب بھی حاضر ہوتا ہے۔ جب تم کسی قسم کی خیانت کر رہے ہوتے ہو چاہے مال میں ہو یا شہادت دینے میں، تب بھی وہ موجود ہوتا ہے۔ جب تم سود کو طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے جائز کر رہے ہوتے ہو، تب بھی وہ دیکھ کر تمھاری عقل پر مسکرا رہا ہوتا ہے۔ جب تم کسی کو اپنے سے حقیر جان کر تکبر کے نشے میں مست ہوتے ہو اور اپنی انا کے بُت کو ٹوٹنے نہیں دیتے، اُسی طرح جس

طرح ابلیس' فرعون' نمرود اور ان جیسے بہت سوں نے اپنی انا کو قائم رکھا تھا' وہ اُس وقت بھی تمھاری نادانی پر افسوس کر رہا ہوتا ہے۔ غرض زندگی کے ہر ہر قدم پر وہ تمھارے ساتھ سائے سے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا حاضری کے تصور کو آج کی طرح ہمیشہ تازہ رکھنا' تب ہی کامیاب رہو گے۔

لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، حاضر ہوں' نہیں کوئی شریک تیرا' میں حاضر ہوں!

رب کے لاشریک ہونے کا یہ اقرار صرف زبان سے نہ ہو بلکہ دل کی گہرائیوں سے ہو۔ اگر صرف زبان سے ہوا تو تمھیں منافقین کی صفوں میں لاکھڑا کرے گا' اور پھر ایک دن اسفل السافلین میں ٹھکانا پاؤ گے۔ وہ تو بلند ہے اور بلندی کے اس درجے پر ہے کہ کسی کو بھی ہم پلہ برداشت نہیں کرسکتا اور نہ اپنی ذات کے شرک کو برداشت کرتا ہے۔ وہ تو لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ (ہے)' نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا (الاخلاص ۱۱۲:۳)۔ گویا نہ اس کا کوئی بیٹا یا بیٹی ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہی ہے۔ وہ اپنی صفات کے شرک کو بھی برداشت نہیں کرتا ہے۔ وہی اس کائنات کو تنہا تخلیق کرنے والا ہے بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ' اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ (الانعام ۶:۱۰۱) ''وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے' اُس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے' جب کہ کوئی اُس کی شریکِ زندگی ہی نہیں ہے' اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے''۔ وہی رزق فراہم کرتا ہے' وہی غریب نواز ہے' وہی داتا ہے' وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے' وہی دُعاؤں کا سننے والا ہے۔ وہ خود کہتا ہے: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا (البقرہ ۲:۱۸۶) ''جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں تو کہہ دے کہ میں بہت ہی قریب ہوں' ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں''۔ لہٰذا یہ اُس کا حق ہے کہ اس کے احکامات میں کسی کو شریک نہیں کیا جائے۔ اس کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق انفرادی' خانگی اور اجتماعی زندگی گزاری جائے۔ وہ جس چیز سے کہہ دے رُک جاؤ تو رک جایا جائے اور جس کام کے کرنے کا وہ حکم دے دے تو بے چوں و چرا کر گزر جائے' چاہے اس کے لیے پوری دنیا کی مخالفت ہی مول لینی پڑے۔ اگر اس کے احکامات سے تم روگردانی کرو گے تو گویا تم نے اس کو لاشریک نہیں مانا۔ اگر مصلحتوں کے تحت اس کی حکم عدولی کی تو سمجھو اپنی مصلحتوں کو اللہ مانا' اپنی خواہشات کے آگے ہتھیار ڈال کر

اس کی حکم سے روگردانی کی تو گویا خواہشات کو شریک بنایا' کسی سے ڈر کے اس کے حکم کو پسِ پشت ڈالا تو جان لو تم اس کے سوا جس سے ڈرے' چاہے وہ کوئی شخص ہو یا اقوام' اسے اللہ کا شریک بنایا۔

وہ تو یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کا بتایا ہوا کام دوسروں کو دکھانے کے لیے کرو کیونکہ بظاہر تو وضع قطع یا حرکات وسکنات سے نظر یہ آتا ہو کہ اس کے بتائے ہوئے حکم کی پابندی کر رہے ہو' لیکن دراصل اس کے پیچھے مقصد یہ کارفرما ہو کہ فلاں دیکھ کر میری تعریف کرے' مجھے پارسا کہے' متقی کہے' شجاع کہے' سخی کہے یا بہادر کہے' تو یاد رکھو تم نے جس کو دکھانے کے لیے وہ کام کیا' مثلاً نماز پڑھی کہ لوگ مجھے نمازی کہیں' خیرات دی کہ لوگ مجھے سخی کہیں' حج اس لیے کیا کہ لوگ حاجی صاحب کہیں' زکوٰۃ اس لیے دی کہ جس کو دی وہ مرعوب رہے' جہاد میں حصّہ اس لیے لیا کہ فوج میں ترقی ہو یا محلّہ' گاؤں' قصبہ یا شہر میں بہادری کا عنوان کہلاؤ یا حکومتِ وقت سے کوئی تمغہ ملنے کی امید تھی' کوئی درس و تدریس کا کام محض اس لیے کیا کہ لوگ عالم کہیں' مفتی کہیں' سادہ لباس اس لیے زیبِ تن کیا کہ لوگ متقی کہیں' اللہ والا کہیں' یا اسی طرح کا کوئی اور بظاہر نیک کام کیا تو فعلاً جسے دکھانے کے لیے وہ کام کیے انھیں اس کی خدائی میں شریک کیا اور ایسے لوگوں کے لیے اُس نے ایک حدیث کے مطابق فیصلہ کر دیا ہے کہ منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنّم میں داخل کر دوں گا۔

اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ، بلاشبہہ تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور نعمتیں سب تیری ہیں!

اللہ کو وَحدَہٗ لَاشَرِیْكَ ماننے کے اقرار کے بعد اب تم اس بات کا اقرار کر رہے ہو کہ تمام تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں' یعنی ساری بڑائی اسی کے لیے ہے اور جو بھی نعمتیں اس کائنات میں پائی جاتی ہیں سب اس ہی کی جانب سے ہیں۔ تھوڑی دیر رک کر انسان خود اپنی ہی مثال لے لے۔ اس کو زندگی کے لیے ہوا' پانی' روشنی' آگ' غذا' شفا' غرض اس طرح کی اور بے شمار چیزیں جن کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا' عطا کیں۔ پھر اس کے علاوہ انسان اپنے جسم کو دیکھے۔ اللہ نے اس کو کام کرنے لیے دو ہاتھ' چلنے کے لیے دو ٹانگیں' سونگھنے کے لیے ناک' دیکھنے کے لیے آنکھیں' چکھنے اور بولنے کے لیے زبان' جسم کی مضبوطی قائم رکھنے لیے ہڈیوں کا ایک مکمل ڈھانچا عطا کیا۔ اگر صرف ہڈیاں ہوتیں' اور اس جسم پر گوشت اور کھال نہ ہوتی تو اس کے اندر جو

مشینری لگی ہوئی ہے اس کی موسمی اثرات اور دھول مٹی سے حفاظت ممکن نہیں تھی۔ رگوں میں زندگی کی رمق قائم رکھنے والا خون' اور اس خون کی پمپنگ کے لیے دل' فاضل پانی جسم سے خارج کرنے کے لیے گردوں اور مثانے کا نظام' خون کی پیدایش کے لیے جگر' کھانے کو ہضم کرنے کے لیے معدہ اور آنتوں کا جال' غرض جس جس چیز کی بھی ضرورت ایک جان دار کو ہوسکتی تھی سب اس نے مہیا کردیں۔ وہ فرماتا ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ○ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ○ (الانفطار ۸۲: ۷-۸) ''(اے انسان) جس (اللہ) نے تجھے پیدا کیا' تجھے نِک سُک سے درست کیا' تجھے متناسب بنایا' اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا''۔ ایک اور جگہ فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین ۹۵: ۴) ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا''۔

اُس پروردگار نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ انسان کو بنادیا اور بس' بلکہ اُس کے لیے نباتات اُگائیں تاکہ ان سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرے' ان سے خارج ہونے والی آکسیجن سے روح کا رشتہ جسم کے ساتھ قائم رکھ سکے' اس سے حاصل ہونے والی لکڑی سے اپنی ضروریات اور آسایش کے لیے فرنیچر تیار کرسکے' اس کے تنے کی چھال سے کاغذ تیار کرسکے تاکہ علم کی پیاس بجھانے میں معاون و مددگار بنے' اس میں سے کچھ کو دوا بنادیا۔ پھر حیوانات اس کی خدمت کے لیے بنادیے جن سے وہ اپنی غذا کے لیے گوشت میں شامل پروٹین اور وٹامن حاصل کرسکے' ان جانوروں کی جلد سے اپنے لیے لباس تیار کرسکے۔ آوارہ بادلوں کا ایک وسیع نظام قائم کیا جو ہر موسم میں اس انسان کے لیے سمندر سے پانی جمع کر کر کے لاتے اور برساتے ہیں۔ پھر سمندر' دریا' پہاڑ' آسمان' سورج' چاند ستارے' آسمان پر اوزون کی تہہ' غرض اسی طرح پوری کائنات میں بے شمار خزانے اس کے لیے جمع کردیے اور چیلنج کردیا کہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (الرحمٰن ۵۵: ۱۳) ''پس تم اپنے پرودگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔ اور ایک اور جگہ انسان کو اس کی حیثیت یاد دلادی کہ تو ایک انسان ہی ہے' میرا بندہ ہے' میرا محتاج ہے' میں نے علم بھی تجھ کو دیا لیکن اتنا ہی جتنا تو برداشت کرسکے۔ تو دعوے تو بڑے کرتا ہے لیکن ابھی تو تیرا حساب بھی اس قابل نہیں کہ اس کی نعمتوں کو گنتی کرلے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (ابراھیم ۱۴: ۳۴) ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو تم اُن کا پورا شمار نہیں کرسکتے''۔

اے ضیوف الرحمٰن! تمھارا فرض ہے اتنے اعلیٰ رب کا شکر اپنے قول و فعل سے خود بھی ادا کرو اور اس کی تلقین دوسروں کو بھی کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (العصر ۱۰۳:۱-۲) ''زمانے کی قسم! یقیناً انسان خسارے میں ہے'' کی تفسیر بن جاؤ گے اور اللہ نہ کرے تم اس کی تفسیر بنو کیونکہ اس کی تفسیر بننے والوں کے بارے میں فیصلہ لکھ دیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ○ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ (النساء ۴:۱۶۸-۱۶۹) ''بے شک جن لوگوں نے کفر و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اور ظلم و ستم پر اُتر آئے، اللہ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور انھیں کوئی راستہ بجز جہنم کے دکھائی نہ دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

لَكَ وَالْمُلْكُ ، ساری بادشاہی تیری ہے!

لٰہذا یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ جس رب نے بے حساب نعمتوں سے نوازا وہی بالآخر تعریف کا مستحق ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس کی پرستش کی جائے اور وہی بادشاہی کا اصل حق دار ہے۔ بادشاہ وہی ہوتا ہے جس کا قانون چلتا ہے، جو نظام کا بنانے والا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی کوئی نظام بنائے وہ سب اس کے نظام میں ترامیم و اضافے ہوتے ہیں۔ عقل کو دیکھیں کیا کہتی ہے؟ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں جب بھی کوئی کمپنی نئی مصنوعات بناتی ہے، جیسے الیکٹرونکس، میکینکل مصنوعات وغیرہ تو اس کو فروخت کرتے وقت ہر خریدار کو ایک عدد کتابچہ فراہم کرتی ہے۔ اس میں اس کے استعمال کی تمام ہدایات درج ہوتی ہیں۔ جب تک ہم بنانے والے کی ہدایت پر عمل نہیں کریں گے کوئی بھی چیز ہمارے لیے بے کار ہے۔

اسی پر قیاس کریں کہ ایک انسان جس کو عقل بھی اللہ نے دی، کام کرنے کی صلاحیت بھی اللہ نے دی، کار اور اس جیسی اربوں مصنوعات بنانے کا انداز اور وسائل بھی اسی نے فراہم کیے تو کیا وہ رب اتنی بڑی دنیا بنا کر انسان کو اندھیرے میں چھوڑ دے گا، اور اس کو یہ نہیں بتائے گا کہ اس دنیا کو کس طرح استعمال کرے، یہاں کس طرح رہے۔ یقیناً ہمارا جواب نفی میں ہوگا۔ اُس رب نے جو دانا ہے، بینا ہے سب جہانوں کا بادشاہ ہے، اسی نے اتنی بڑی کائنات کو بنایا اور اس کائنات کے چھوٹے سے حصّے دنیا میں انسان کو بسایا اور اس کو اس میں رہنے کے آداب سکھانے کے لیے، اس دنیا کو درست انداز میں

استعمال کرنے کے لیے' اس سے فائدے حاصل کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً انسانوں ہی میں سے اپنے نمایندے بھیجتا رہا جس طرح دنیاوی حکمران اپنے سرکاری افسروں کو بھیجا کرتے ہیں۔ یہ نمایندے مختلف اوقات میں ضرورت اور حالات کے مطابق اس وقت تک مختلف شریعتیں لاتے رہے۔ بالآخر اس نے اپنا آخری ہدایت نامہ انسانوں کو عطا کیا جسے آج دنیا 'قرآن' کے نام سے جانتی ہے۔

یہ قرآن رہتی دنیا تک کے لیے ایک مکمل دستور قرار پایا۔ اس میں انسانوں کے لیے چھوٹی بڑی تمام ہدایات درج کر دی گئیں۔ وہ تمام قانون وضع کر دیے گئے جن کی ضرورت انسان کو پڑ سکتی تھی' جیسے اخلاقی قوانین' معاشی قوانین' عائلی قوانین' جنگ کے قوانین' قانونِ شہادت' قانونِ قصاص ودیت' قانونِ وراثت' قانونِ عدل' غرض یہ کہ جس قسم کی ہدایت اور راہنمائی انسان کو درکار تھی اس نے اپنے اس آخری دستور میں تفصیلی وضاحت کر دی اور زندگی کا ایک گوشہ بھی ایسا نہیں رہنے دیا جس میں تشنگی چھوڑی ہو۔ اسی لیے اسے قرآنِ مبین کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے' یعنی ایک کھلی کتاب۔ جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی اس کے قانونی نمایندے نے ان دفعات یا شقوں کی وضاحت کر دی اور اس وضاحت کو اسلامی اصطلاح میں حدیثِ نبویؐ کہا گیا۔ پھر حدیث بھی دو طرح کی ہوئی۔ ایک تو قانونی نمایندے حضرت محمدؐ نے قولاً تشریح کر دی اور انسان کو یہ بتانے کے لیے کہ ان قوانین پر عمل ناممکن نہیں' عملاً قرآن کی چلتی پھرتی تصویر بن کر دکھایا۔

یہ اس رب نے اس لیے کیا کہ وہ اس دنیا کا بنانے والا ہے' لہٰذا اس پر حکمرانی بھی اسی کی ہونی چاہیے' حاکمِ بالا وہی ہے۔ اگر کوئی اور اس کی دنیا کے قانون کو بنانے کی کوشش کرے گا وہ فطرت سے ٹکرائے گا اور فساد کا سبب بنے گا کیونکہ وہ دنیا کے تمام پیچ وخم سے واقف نہیں ہوگا۔ چاہے وہ دنیا کا کوئی بادشاہ ہو' پارلیمنٹ ہو' سینٹ ہو یا کچھ اور۔ اس لیے آج لَكَ وَالْمُلْكُ کی گردان کرنے والو! یہ بات اچھی طرح اپنے ذہنوں میں رکھو کہ تمھارا یہ کہنا کہ بادشاہی بھی تیری (اللہ کی) ہے' اسے عملی طور پر اپنے اوپر نافذ کر کے دکھاؤ اور جہاں جہاں خودساختہ رب اس کے قانونِ فطرت کی دھجیاں بکھیر رہے ہوں' تمھارا فرض ہے کہ ان کا راستہ آگے بڑھ کر روک دو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اپنے منہ اور قلم کی حد تک اس حجت کو ضرور تمام کرو' اور تم ایسا بھی نہیں کر سکتے جو کہ آج کے دور میں مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں تو کم از کم ان کے ہم نوا نہ بن جاؤ اور دل سے برا

جانو' تب ہی تم ایمان کا آخری درجہ پاسکو گے۔

اگر تم ایسا نہ کر سکے تو اللہ کو تمھارے دُور دراز سفر کرنے کی' تمھاری مشقت برداشت کرنے کی' تمھارے مال خرچ کرنے کی' بھاگ دوڑ کی کوئی حاجت نہیں وہ تو الصمد (بے نیاز) ہے۔ تمھارے اعمال کی قبولیت کی اولین شرط تمھاری نیتوں کا خالص ہونا ہے۔ جس کی نیتیں خالص نہ ہوں ان کا ابدی ٹھکانا جہنّم کا بھی سب سے نچلا اور بھیانک درجہ قرار پاتا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ (النساء ۴:۱۴۵) ''یقین جانو کہ منافق جہنّم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو اُن کا مددگار نہ پاؤ گے''۔ غور کرتے رہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم تو کہہ رہے ہو لَا شَرِيْكَ لَكَ ۔ تیرا کوئی شریک نہیں (اس بادشاہی میں) لیکن عملی دنیا میں اس کے دین کی دھجیاں بکھرتے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر رہے ہو___ خدارا لوٹ آؤ......لوٹ آؤ......لوٹ آؤ......موت کی آخری ہچکی سے پہلے لوٹ آؤ' اور یقین کر لو کہ وہ تَوَّابُ الرَّحِيْمُ ہے۔

عصرِ حاضر اور اسلامی معاشرے کی تشکیل

پروفیسر سعید اکرم ○

دنیا کو آج بے شمار خطرات اور مشکلات کا سامنا ہے۔ دنیا اتنی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہے کہ کسی قدم پر بھی ٹھوکر کھا کر آن کی آن میں تباہی کے گہرے غاروں میں گر سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جدید سائنسی ترقی نے دنیا کو بے پناہ آسایشوں سے مالا مال کر دیا ہے لیکن اس ترقی نے اسے ایسی مہلک ایجادات بھی فراہم کر دی ہیں جن سے وہ چند لمحوں میں اپنی موت کے ساماں خود پیدا کر سکتی ہے۔ لہٰذا اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ دنیا میں بسنے والوں کو خوف و ہراس سے نکال کر ایسی زندگی فراہم کی جائے جس میں ہر طرف سکون، محبت اور اخلاق کا دور دورہ ہو اور اُسے وہ معاشرہ دیا جائے جو انسان کے شایانِ شان ہو۔

چند غور طلب پہلو

عصرِ حاضر انسان سے جو تقاضے کرتا ہے انھیں مختصراً یوں پیش کیا جاسکتا ہے:

○ **زندہ رہنے کا حق**: آج پوری دنیا ایک عالمی بستی (گلوبل ویلیج) بن چکی ہے۔ جدید سائنسی ترقی نے زمینی فاصلے ختم کر کے رکھ دیے ہیں۔ کوئی جدید ترین ترقی یافتہ ملک بھی باقی دنیا سے کٹ کر اپنے طور پر زندہ رہنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ اب دنیا کے ہر طبقے اور ہر نظام کے علم بردار انسانوں کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ وہ دوسروں کو زندہ رہنے کا حق دیں گے تب ہی ان کی

○ پرنسپل، الہدیٰ پبلک اسکول، سہگل آباد (چکوال)

اپنی زندگی بھی محفوظ رہے گی۔

○ **شخصی آزادی کا احترام** : عصرِ حاضر تقاضا کرتا ہے کہ آمریت اور شخصی حکومتوں کو اب دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔ بادشاہت کی جگہ حقیقی جمہوریت کو رواج دیا جائے۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا اور کوئی ملک کسی دوسرے ملک کا حق سلب نہ کرے۔ انسانی آزادیوں کا احترام کیا جائے۔ اپنے مفاد اور اپنی پسند کے فیصلے دوسروں پر زبردستی مسلط نہ کیے جائیں۔ ہر سطح پر احترام کرو اور احترام کراؤ کا جذبہ اُجاگر کیا جائے۔

○ **طاقت کے زعم کا خاتمہ**: اب دنیا کا اُسلوب اور مزاج بدل چکا ہے۔ وہ دن گئے جب طاقت کے بل بوتے پر دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا جاتا۔ آج ایران اور عراق کی جنگ' اُمریکا اور ویت نام کی لڑائی' اسرائیل کا فلسطین پر غاصبانہ قبضہ اور ظلم و جور اور بھارت کی کشمیر پر فوج کشی نے ثابت کر دیا ہے کہ جبر و طاقت اور اسلحے کے بل بوتے پر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ افغانستان پر روس کی یلغار اور کویت پر عراق کی یورش کے نتیجے میں بھڑکی ہوئی آگ پھیلتی ہی جارہی ہے۔ آج اگر امریکا بھی یہ سمجھتا ہے کہ آگ اور خون کے کھیل سے دنیا کو امن نصیب ہوگا تو یہ اس کی بھول ہی نہیں بہت بڑا جرم بھی ہے۔ عصرِ حاضر کا تقاضا ہے کہ ہر ملک ہوش کے ناخن لے۔ کوئی ملک اس زعم میں مبتلا نہ ہو کہ وہ طاقت کے زور سے اپنے فیصلے منوا سکتا ہے۔

○ **'دہشت گردی' اور تشدد کا خاتمہ**: آج دہشت گردی کے خوف سے بڑی سے بڑی طاقت کی نیندیں حرام ہوچکی ہیں۔ پوری دنیا دہشت زدہ نظر آتی ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تشدد کی ہر لہر کو مل کر روکا جائے' تاہم اس بات پر غور کرنا لازم ہے کہ وہ کون سے حالات اور کون سی محرومیاں ہیں جو لوگوں کو دہشت گرد بننے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ اپنے سمیت ساری دنیا کو خاک میں ملا دینے پر تُل جاتا ہے۔ کوئی بھی یقیناً اتنا بڑا فیصلہ اتنی جلدی میں نہیں کرتا ہے ؎

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

آج وقت تقاضا کرتا ہے کہ 'دہشت گردی' کو ختم کرنے کے لیے پہلے اس کے اسباب کو ختم

کیا جائے۔ غاصب اقوام کے منہ زور گھوڑوں کو لگام دی جائے۔ دنیا اچھی طرح جان لے کہ انتقام کی آگ وقتی طور پر تو ٹھنڈی ہوسکتی ہے ہمیشہ کے لیے بجھ نہیں سکتی۔

○ **دہشت گردی اور تحریک آزادی کا فرق:** اس میں شک نہیں کہ انسانوں کا سکھ چین لوٹنے کے لیے دہشت گردی کا ہلکے سے ہلکا جرم بھی بڑی سے بڑی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن فلسطین، کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا والے اپنے گھر اور اپنے ملک کے اندر رہ کر جینے کا حق مانگیں اور ان پر قابض قوتیں انھیں 'دہشت گرد' قرار دے کر ان کو بچوں سمیت اجتماعی قبروں میں اُتار دیں، تو یہ حد درجہ ناانصافی اور ظلم عظیم ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ دہشت گردی اور تحریکِ آزادی میں فرق کو سمجھا جائے۔ حقوق و فرائض کے پیمانے یکساں ہوں اور ہر بڑے اور چھوٹے کا جرم ایک ہی پیمانے سے ناپا جائے۔

○ **عالمی طاقت کا خونی کھیل:** آج دنیا کی واحد سوپر پاور کے دماغ سے سپریم پاور بن جانے کا خیال نکالنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس سوپر پاور نے گذشتہ تین چار عشروں سے پوری دنیا کو زیرِنگیں بنانے اور پوری دنیا کے وسائل پر زبردستی قبضہ کر لینے کا جو خونی کھیل شروع کر رکھا ہے، اس کے پیشِ نظر ضروری ہوگیا ہے کہ دنیا کی دیگر طاقتیں مصلحت کی پالیسی ترک کر دیں، اس کے جرم میں حصہ دار بننے سے رُک جائیں اور اس کی حوصلہ افزائی کے گناہ سے باز آجائیں، ورنہ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ قدرت کی چکی جب چلتی ہے تو گندم کے ساتھ گھن بھی پس جایا کرتا ہے۔

○ **اقوام متحدہ کا حقیقی عالمی کردار:** آج اس بات کا جائزہ لینا لازم ہو چکا ہے کہ اقوام متحدہ اب تک اپنے مقاصد کے حصول اور اپنے فرائض کی بجاآوری میں کیوں ناکام ہوتی آرہی ہے؟ اسے ایک یرغمالی ادارہ اور محض ایک انگوٹھا چھاپ مشین کس نے بنا کر رکھ دیا ہے؟ افغانستان اور عراق پر حملوں کی قراردادیں دیکھتے ہی دیکھتے کیسے منظور ہوگئیں، اور کشمیر اور فلسطین کے مسائل کے حل سے متعلق قراردادیں فائلوں کے انبار تلے سے نکلنے کو کیوں اب تک ترس رہی ہیں؟ عصرِ حاضر تقاضا کرتا ہے کہ اس عالمی ادارے کو حقیقی معنوں میں ایسا ادارہ بنایا جائے جو ہر ظالم کو سزا اور ہر مظلوم کو اس کا حق دلا سکے۔

○ **دنیاوی و روحانی فلاح کا توازن:** آج دنیا جس قدر مادی ترقی میں آگے بڑھتی جارہی ہے، اسی قدر روحانیت سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ انسان کی من کی دنیا اور تن کی دنیا میں توازن حد درجہ بگڑ چکا ہے۔ آج دنیا دو طبقوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک طبقہ مذہب کو الگ رکھ کر صرف مادیت کے بل بوتے پر اخلاقی قدروں میں آگے بڑھ جانا چاہتا ہے، اور دوسرا طبقہ مذہب کے ساتھ جنون کی حد تک چمٹے رہنے اور قدیم رسم و رواج کی کڑی پابندیوں کو ہی زندگی کی معراج تصور کرتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ انتہا پسندی کا راستہ کلیتاً ترک کر کے ایسا معتدل راستہ اختیار کیا جائے جس پر چل کر انسان اپنی دنیوی اور روحانی فلاح کی منزل پا سکے۔

○ **اسلام ہی امن عالم کا ضامن:** آج مغرب اپنے تمام ذرائع کے ہمراہ یہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ اسلام ایک 'انتہا پسند'، 'قدامت پرست' اور 'دہشت گرد' مذہب ہے۔ وہ ہر مسلمان کو 'دہشت گرد' اور اسلام کو دہشت گردی کی فیکٹری قرار دیتا ہے، اور اس کے ساتھ لبرل ازم کے نام پر مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی حرارت نکالنے کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ فحاشی اور بے حیائی کو نہایت تیزی سے دلوں میں اتار دینے میں کوشاں ہے۔

اِن حالات کے پیشِ نظر عصرِ حاضر اُمتِ مسلمہ سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ مغرب کے پروپیگنڈے کا نہ صرف مؤثر جواب دے بلکہ یہ ثابت کرے کہ:

—— اسلام ہی ساری دنیا کو بھلائی دینے والا دین ہے۔

—— یہ اُمت عالم گیر امن کی دعوے دار اُمت ہے۔

—— ان کی کتاب دنیا کو روشنی فراہم کرنے والی کتاب ہے۔

—— ان کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آنے والا رسول ہے۔

—— مغرب کو بتایا جائے کہ خود ان کے بڑے بڑے دانش ور تسلیم کرتے ہیں کہ:

He was the only man in history who was supremely successful on both the religions and secular levels". (Dr. Michal Hart, *The 100*)

—— یہ بھی واضح کیا جائے کہ جن کا مزاج ہی لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ ۲:۲۵۶) ہو وہ تشدد اور دہشت گردی جیسے برے راستے پر کبھی نہیں نکل سکتے۔

درپیش چیلنج اور ان کا حل

ان حالات میں اُمتِ مسلمہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ سرکارِ دوجہاں، رحمت کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیروکاروں کی سیرت کا ورق ورق دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دے اور دنیا خود دیکھ لے کہ اسلام اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کیا ہیں۔

○ **علم و تحقیق**: اسلام علم کے زیور سے آراستہ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ اسلام علم حاصل کرنے اور رموزِ کائنات کا کھوج لگانے پر جتنا زور دیتا ہے، کوئی اور مذہب اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ اسلامی معاشرے میں جاہلوں اور بے علم لوگوں کو ہرگز وہ مقام نہیں مل سکتا جو صاحبِ علم لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس حال میں صبح کرنی چاہیے کہ تو عالم ہو، متعلم ہو، علم سننے والا اور علم سے محبت رکھنے والا ہو، اگر کوئی پانچویں صورت اختیار کی تو (یادرکھ) ہلاک ہوجائے گا۔ (مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۲۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو ان امور میں شامل کیا ہے جن پر رشک کیا جاسکتا ہے۔ آپؐ ہمیشہ دعا فرماتے: میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۱۴)

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو دلوں سے جہالت کے اندھیرے نکال کر ان کی جگہ علم کی شمعیں جلا دیتا ہے۔

○ **حقوقِ نسواں**: آج مغرب الزام دیتا ہے کہ اسلام عورتوں کے معاملے میں انصاف نہیں کرتا۔ اُسے خبر ہی نہیں کہ اس دین کے نام لیواؤں کا خدا تو انھیں حکم دیتا ہے کہ:

عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ (البقرہ ۲:۲۲۸)

اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔ (النساء ۴:۱۹)

مردوں کا وہ حصّہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا وہ حصّہ ہے جو وہ کمائیں۔ (النساء ۴:۳۲)

ان کا نبیؐ ان سے کہتا ہے: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (مسلم، ج ۱، ص ۳۹)

اسلام نے تعلیم کو کبھی ایک طبقے تک محدود نہیں رکھا۔ خواتین نے جب آپؐ سے تعلیم کے لیے ملنے کی درخواست کی تو آپؐ نے ان کے لیے علیحدہ وقت مقرر کر دیا اور الگ جگہ کا تعین فرما دیا۔ (مسند احمد، ج ۱۳، ص ۸۵)

اسلام خواتین کے بارے کہیں رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ انھیں برابری کا حق دے کر ان کی پوری حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ ہاں، اپنی تعلیمات کی روشنی میں اتنا ضرور تجویز کرتا ہے: ۱- اسلامی نظام تعلیم میں لڑکیوں کے لیے تعلیم کا انتظام الگ ہونا چاہیے۔ ۲- ان کے لیے نصابِ تعلیم الگ ہونا چاہیے کیوں کہ ان کی عملی زندگی مردوں سے مختلف ہوتی ہے۔ (انسانِ کامل، ص ۲۴۵)

اب اگر ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اسلامی معاشرہ خواتین کو حصولِ علم کا ہر موقع فراہم کرتا ہے اور انھیں پورا تحفظ فراہم کرتا ہے تو اس کی 'روشن خیالی' میں کہاں کمی رہ جاتی ہے۔ البتہ یورپ اگر اہلِ ایمان کی قندیلِ ایمانی کو بے حیائی اور فحاشی کی تعلیم سے مدھم کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے ؎

دِیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

○ **عصبیت سے مبرّا**: غیر مسلموں کے پروپیگنڈے کے برعکس قرآنِ مجید کی تعلیمات اور ارشاداتِ نبی کریمؐ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نے ہمیشہ تعصب کی مذمت کی ہے اور معاشرے کو ہمیشہ اس برائی سے پاک رکھنے کی سعی کی ہے۔

اس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبے سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے کہ تم بھی ان پر زیادتی کرو۔ (المائدہ ۵:۷)

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ (المائدہ ۵:۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد جو معاہدہ لکھوایا اس کے الفاظ تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا: یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیرالمومنین عمرؓ نے ایلیا

کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ اس طرح کہ نہ ان کے گرجوں میں سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ اُن کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کے مالوں میں کمی کی جائے گی اور مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔

حکمرانِ امویہ، عباسیہ، اندلسیہ و فاطمیہ کے عہد حکومت میں اقوامِ غیر کا صدیوں تک آباد رہنا مسلمانوں کی بے تعصبی کی روشن دلیل ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کو متعصب قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کے دربار میں ہندو امرا کی فہرست اکبر کے دربار سے زیادہ لمبی ہے۔ سیاستِ حاضرہ کے ماہر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ بے تعصبی اور رواداری ہی ان کے زوال کا سبب بنی۔ ایک سیر چشم مسلمان یہ اعتراض تو تسلیم کرسکتا ہے لیکن یہ کبھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔ (رحمۃ للعالمین، ص۳۷۴-۳۷۵)

○ **بہترین مدنیت**: اسلام اعلیٰ ترین مدنیت کا حامل معاشرہ فراہم کرتا ہے۔ وہ کہیں بھی انسان کو رہبانیت کا درس نہیں دیتا۔ وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا (الحدید۵۷:۲۷)، یعنی ترکِ تمدن بدعت ہے۔

اسلام انسان کی خودی کی تعمیر کرکے اسے ایسا روشن خیال بنا دیتا ہے جس کی دنیا اور دین کے درمیان فاصلے ختم ہوجاتے ہیں۔ وہ اسے معاشرے کا ایسا فرد بنا دیتا ہے جس کی زندگی کا کوئی پہلو کمزور نہیں رہتا۔ وہ اسے اپنے خالق کا سچا بندہ، والدین کا سعادت مند بیٹا، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والا، تمدن کا پورا محافظ، فرماں بردار، راست گو، امانت دار، صلح پسند، فساد کا دشمن اور نسلِ انسانی کا دوست بنا دیتا ہے ___ اور پھر ایسے افراد مل کر جو معاشرہ تشکیل دیتے ہیں تو اس میں اعلیٰ ترین مدنیت ازخود ہر طرف سے جھلکتی نظر آتی ہے۔

○ **مساواتِ انسانی کا بہترین نمونہ**: اسلام مساواتِ انسانی کا ایسا علم بردار معاشرہ تشکیل دیتا ہے جس میں ہر شہری کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں جن کا وہ حق دار ہوتا ہے۔ اسلام اس اصول کی پوری پاس داری کرتا ہے۔ اعلیٰ ترین تمدن کا دعوے دار یورپ، تمام دعوؤں کے باوجود عملاً ایسا نہیں کرتا۔ برطانیہ کی سلطنت میں، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ویلز، سب شامل ہیں۔

لیکن ان کا کوئی باشندہ آج تک برطانیہ کا وزیراعظم نہیں بن سکا۔ کوئی کیتھولک اس عہدے تک نہیں پہنچ سکتا۔ دوسری طرف تاریخِ اسلام شہادت دیتی ہے کہ یہاں ایک غلام کا بیٹا بھی دربارِ رسالتؐ سے فوجوں کی سپہ سالاری کا عہدہ پاسکتا ہے۔ ایک زرخرید غلام کے بیٹے کا نکاح سیدالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن سے ہوسکتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ اپنے غلام کو مارتے ہیں۔ رسولؐ خدا موقع پر پہنچ کر فرماتے ہیں: جو قدرت اس غلام پر تجھے حاصل ہے اس سے زیادہ اللہ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابوذرؓ زمین پر گر پڑتے ہیں اور غلام سے کہتے ہیں: اپنا پاؤں میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری نخوت نکل جائے۔ عدالت میں ایک یہودی اور حضرت علیؓ کو برابر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر کیا عظیم منشورِ انسانی پیش کرتے ہیں۔ فرمایا: لوگو! خبردار رہو۔ تم سب کا خدا ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (رحمۃ للعالمین، ص ۸۷-۸۹)

حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ تعلیمات تھیں جن پر چل کر مسلمانوں نے عملاً ایک عالم گیر اور روشن خیال معاشرہ قائم کر کے دکھا دیا اور دنیا کو ماننا پڑا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو ہر نسل کے لوگ اکٹھے کر کے محض ایک عقیدے کی بنا پر انھیں ایک اُمت بنا سکتا ہے۔

آج زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ انسان کے اپنے تخلیق کردہ نظریات دنیا کو فساد کے سوا کچھ نہیں دے سکے۔ گذشتہ چند صدیوں میں دنیا نے بے شمار نظاموں اور اِزموں کو آزما کر دیکھ لیا ہے۔ انسان پریشان سے پریشان تر ہوتا جا رہا ہے۔ آج پھر مجبُوراً اسے اسلام ہی وہ واحد سہارا دکھائی دیتا ہے جو اس کی مشکلات اور اس کے مصائب میں اس کی دستگیری کرسکتا ہے اور اسے سُکھ اور چین فراہم کرسکتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام ہی وہ واحد چراغ ہے جو دنیا کے اندھیروں کو روشنیوں میں بدل سکتا ہے تو اس چراغ کی لَو بڑھانے کا فریضہ کون انجام دے؟

اس سوال کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ اس چراغ کو جلائے رکھنے کا کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو اس چراغ کے علَم بردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جو اپنے آپ کو انبیا کا وارث

تصور کرتے ہیں، جن سے ان کے نبی برحقؐ نے اپنے تکمیلِ مشن پر پوچھا تھا: کیا میں نے بات پہنچا دی؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، یارسولؐ اللہ! تو پھر ان کے ہادیؐ نے انھیں حکم دیا تھا: جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک میری یہ بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔

اب اگر اُمتِ مسلمہ حقیقت اور انصاف کی نظر سے دیکھے تو عصرِ حاضر کا سب سے بڑا چیلنج اُسے اور صرف اُسے درپیش ہے۔ اسے اپنے رب اور اپنے نبیؐ سے کیے گئے وعدوں پر پورا اترنے کا ایک سنہری موقع نصیب ہو رہا ہے۔ اب تساہل سے کام لینے کی کوئی گنجایش نہیں۔ اسے اپنا کڑا احتساب کرنا ہوگا۔

چند ناگزیر تقاضے

ان حالات میں اب اس اُمتِ خیر پر لازم ہے کہ:

○ **اپنی منتشر صفیں درست کرے:** انتشار کے نتیجے میں اس نے آج تک بڑے نقصان اٹھائے ہیں۔ آج دنیا میں ۵۰ سے زیادہ اسلامی مملکتیں موجود ہیں۔ یہ تمام بے پناہ قدرتی وسائل اور خزانوں سے معمور ہیں لیکن کتنے دکھ کی بات ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی صحیح معنوں میں آزاد مملکت ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی۔ ان میں سے کوئی مجبور ہے تو کوئی معذور۔ ان کے درمیان اتحاد و اتفاق نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ غیر مسلم آقاؤں کی خوشنودی میں ایک دوسرے کی سلامتی سے بھی کھیل جانے سے گریز نہیں کیا جاتا۔

جدید دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر اب عالمِ اسلام پر لازم ہوگیا ہے کہ:

- اسلامی ممالک کی تنظیم (O.I.C) کو ایک مضبوط اور فعال ادارہ بنایا جائے۔
- اسلامی ممالک کا ایک مشترکہ فنڈ قائم کیا جائے اور اس فنڈ سے غریب مسلم ممالک کی ترقی کے لیے ہر شعبے میں ان کی امداد کی جائے۔
- اسلامی ممالک کی تنظیم کے تحت ایک مشترکہ اسلامی فوج قائم کی جائے تاکہ ہر جارحیت کا متحد ہوکر بروقت سدِّ باب کیا جاسکے۔
- تمام اسلامی ممالک متحد ہوکر جدید سائنسی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کریں اور اس سلسلے

میں کثیر تعداد میں طلبہ' اساتذہ اور ماہرین کے باہمی تبادلے سے ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے کی مشترکہ سعی کریں۔

● جدید سائنسی علوم کے حصول کی کوششوں کے ساتھ دینی اور شرعی علوم کے حصول کا حکومتی اور اسلامی ممالک کی تنظیم کی سطح پر متحدہ اور مشترکہ انتظام کیا جائے۔ ماضی قریب میں غیر ملکی تسلط نے بڑے منظم طریقے سے مسلمانوں کو ان کے مذہبی علوم سے دُور رکھنے کی کوشش کی ہے اور مسلمانوں نے مجرمانہ حد تک ان کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ آج مسلمان اپنے دینی علوم حاصل کرنے میں شرم کیوں محسوس کرتا ہے؟

● ہر حکومت عوام میں پائی جانے والی نفرتوں کو دُور کرنے کے لیے سرکاری سطح پر:

— لاؤڈ اسپیکر کے بے جا استعمال کو سختی سے روکے۔

— مناظرہ بازی کے رواج کا سختی سے سدباب کرے (مناظرہ بازی کے چسکے نے ہمیں رسوائیوں کے سوا کچھ نہیں دیا)۔

— منافرت اور انتشار پھیلانے والے لٹریچر پر کڑی پابندیاں عائد کرے۔

— مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلم عوام کے اندر تہذیبی شعور (civic sense) بیدار کرنے کا خصوصی اہتمام کرے تاکہ ہر گھر کے اندر اور باہر طہارت' جو ایمان کی ایک بنیادی شرط ہے' پوری ہوتی نظر آئے۔

○ **حقوقِ انسانی کا اسلامی تصور اُجاگر کرنا:** آج اُمتِ مسلمہ پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنی اعلیٰ اسلامی' معاشرتی اور انسانی صفات کا عملی مظاہرہ کرے اور حقوقِ انسانی کے تحفظ کا وہ نمونہ پیش کرے جو اس کے اسلاف نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ عفو و درگزر' صبر و استقلال اور عدل و انصاف کے ذریعے وہ معاشرہ تشکیل دے جس کی مثال سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔

○ **اسلام کی روحانی اقدار کو اجاگر کرنا:** اسلام نے روحانیت کی تعلیم کو 'الاحسان' کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔ اسلام میں عبادات کا مقصد ہی انسان کو روحانی تسکین فراہم کرنا اور اسے اپنے اللہ کے قریب تر لے جانا ہے۔

دل کی اصلاح ہی بدن کی اصلاح کی ضامن ہوسکتی ہے۔ آج انسان کے دل اور بدن میں کوئی ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔ اس ہم آہنگی کا واحد ذریعہ اللہ کا ذکر اور صحیح معنوں میں عبادات کی بجا آوری ہے۔ اس سلسلے میں قرآن اور سیرت کا مطالعہ حد درجہ معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ لیکن کاش اُمتِ مسلمہ اس کا احساس کرے۔ آج ہم قرآن اور سیرت کے مطالعے کی دعوت دیتے ہوئے کیوں شرما جاتے ہیں؟ ہمیں قرآن اور سنت کے مطالعے کی اہمیّت کا کیوں احساس نہیں ہوتا؟

○ **مذاہب کے درمیان مشترکہ اخلاقی اقدار کو اُجاگر کرنا** آج اُمتِ مسلمہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان اعلیٰ اخلاقی اقدار کو مل جل کر فروغ دے، جو اسلاف سے اس نے میراث میں پائی تھیں اور جنھیں اب وہ کافی حد تک گنوا بیٹھی ہے اور جو تمام آسمانی مذاہب میں مشترک ہیں، صداقت، امانت، دیانت، ایفاے عہد، انصاف، باہمی محبّت، شفقت اور تعظیم کی صفات نہ صرف اس کے اندر پیدا ہو جائیں بلکہ ان کے فروغ کے لیے ہر مسلمان انفرادی سطح پر بھی ان کا عملی نمونہ بن جائے۔ ہر مومن ان اوصافِ حمیدہ کا اس طرح مظاہرہ کرے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کے خلاف بھری کدورت نہ صرف نکل جائے بلکہ وہ از خود اس طرف کھچے چلے آئیں۔

○ **ہر مسلمان دین کا سچا داعی بن جائے:** آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مومن کا جسم اور روح دونوں صحیح معنوں میں سیرتِ مصطفیؐ کی پیروی میں لگ جائیں۔ وہ خدا کے سچے دین کا سچّا داعی بن جائے۔ وہ ہدایت کا ایسا چراغ بن جائے جو جہاں بھی جائے، اس کے اردگرد کا ماحول اس کے کردار اور اس کے پاکیزہ الفاظ کی کرنوں سے جگمگانے لگے۔ اس کے لباس، خوراک، رہن سہن، بود و باش، بول چال اور معاملات سے وہی خوشبو آئے جو آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی سیرت سے آیا کرتی تھی۔ وہ حق کا پیغام گھر گھر پہنچانے پر کمربستہ ہو جائے۔ وہ اپنے اللہ کا فرمان اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بن جائے۔ اسے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہو اور اس پر نظر پڑے تو خدا یاد آجائے ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا


SINCE 1979
سنڈِپ
قدرتاً بہتر
SUNDiP
Tomato Ketchup
SUNDiP
CHAT PATA
CHAT PATA
550g
Net Weight
SUNDiP
Chilli Garlic
Sauce
550g
Net Weight
کھانوں میں
لطف، لذت اور ذائقہ
SUNDiP Sauces Kay Sath...
ابھی ڈائل کیجئے
Naurus (Pvt.) Limited
C-1/B, S.I.T.E., Karachi- 75700 - PAKISTAN
SUNDiP Surprise Line: 0900-111-60

امدادی سرگرمیوں کی آڑ میں......

مرزا محمد الیاس°

پاکستان کے زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں دنیا بھر سے مسلم اور مسیحی ادارے اور تنظیمیں امدادی سرگرمیوں میں شرکت کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے مسیحی اداروں کے ریلیف کے کاموں سے متاثر ہونے والوں میں عام آدمی سے لے کر پالیسی ساز افراد اور اہم ذمہ داریوں پر موجود شخصیات بھی شامل ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان اداروں کو بے پناہ مادی وسائل میسر ہیں جن کا ایک اظہار ان کی مالی وفنی خود کفالت سے بھی ہوتا ہے اور تکنیکی صلاحیت بھی کسی طرح سے کم نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ادارہ کسی نہ کسی اعتبار سے مسیحیت کے فروغ سے بھی وابستہ ہے۔ بعض ادارے تو اپنے نام سے پہچانے جا سکتے ہیں کیونکہ وہ کسی چرچ کی توسیعی شاخ کے طور پر دنیا بھر میں کام کرتے ہیں۔ ان کے مشن اور سرگرمیوں کے بارے میں ان کی ویب سائٹس معلومات فراہم کرنے کا کھلا ذریعہ ہیں۔

ان کی مشنری سرگرمیاں ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ کچھ ادارے ایسے ہیں جو صرف انسانی ہمدردی کے عنوان سے میدان میں ہیں۔ ان اداروں میں بھی یہ تخصیص بہرحال موجود ہے کہ یہ سیکولر ادارے نہیں ہیں۔ اگر ہم ان تمام اداروں کے ناموں کو سامنے رکھیں اور سیکولر اداروں کو بھی پیش نظر رکھیں تو ہم پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہوگا کہ انسانی ریلیف کا کام زیادہ تر مذہبی ادارے کرتے ہیں۔ آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے زلزلہ زدہ علاقوں میں ان اداروں نے بلاشبہہ کام کیا ہے

° مدیر ہفت روزہ ایشیا' لاہور

اور کر رہے ہیں۔ پورے امدادی کینوس کو سامنے رکھیں تو تعلیم اور علاج کے شعبہ جات میں اور وہ بھی خصوصی طور پر بچوں اور خواتین میں کام زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ صوبہ سرحد میں بالاکوٹ کا علاقہ ان سرگرمیوں کا خصوصی مرکز ہے۔ آزاد کشمیر کے علاقوں میں باغ میں زیادہ اہم سرگرمیاں ہیں۔

ایک مشنری جب کام کرتا ہے تو اس کو مکمل تربیت حاصل ہوتی ہے' ایک لٹریچر اس کے کام میں اس کی معاونت کرتا ہے اور مغربی دنیا کے وسائل اس کی پشت پر موجود ہوتے ہیں۔ یہ اس کے مشن کا حصہ ہے کہ وہ کبھی فارغ نہیں ہوتا۔ وہ مسلسل کام کرتا ہے۔ اسی لیے مشنریوں کے کام کے نتائج ایک غیر مسیحی کی توقعات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ ۱۹۹۰ء کے عشرے سے قبل کمبوڈیا میں تعداد ۲۰۰ تھی جو اب بڑھ کر ایک لاکھ ہوگئی ہے۔ گویا ۱۰ برسوں میں ایک لاکھ کا اضافہ ہوگیا۔ اس تیز رفتار تبدیلی مذہب کی وجہ زیر ہدف علاقے کا آفت زدہ یا مصیبت زدہ ہونا' وہاں کے مقامی مذہب کی گرفت کا ڈھیلا پڑ جانا' الہامی کتب کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ ہونا اور ان کے ساتھ ساتھ مشنری مسیحی اداروں کا مسلسل فلاحی سرگرمیوں' بہبود کے کاموں میں اور امدادی سرگرمیوں میں مقامی آبادی کا ساتھ دینا تھا۔ ان سرگرمیوں سے مشنری کو موقع ملتا ہے کہ وہ مقامی آبادی سے ربط پیدا کرے' ان کے ہاں آجاسکے' ان کی خوشی غمی میں شرکت کرسکے اور پھر انھیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دے سکے۔ ایک مشنری سے کہا جاتا ہے کہ وہ شام کے اوقات کو ان سرگرمیوں کے لیے استعمال کرے۔ وہ سارا دن ریلیف اور امداد کرے گا اور شام کو تبشیری سرگرمیاں جاری رکھے گا۔

ایک مشنری کی تربیت میں شامل ہے کہ اسے افراد میں نفوذ کس طرح کرنا ہے' انھیں مشتعل کیے بغیر ان کے مذہب سے انھیں کس طرح الگ کرنا ہے' یسوع مسیحؑ سے انھیں کس طرح وابستہ کرنا ہے۔ آپ کو زلزلہ زدہ علاقوں میں بہت سے مسیحی کارکن' جو ان اداروں کے ساتھ آئے ہیں' روزے کی حالت میں ملے ہوں گے۔ رمضان المبارک میں زلزلہ آیا اور انھوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھے۔ وہ آپ کو بہت سے ایسے مقامات پر بھی باادب بیٹھے ملیں گے جہاں صرف مسلمان ہی جمع ہوسکتے ہیں۔

خاتون مشنری کی اہمیت مرد سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ زیادہ بااثر ہے۔ اس کے ہر کام کی

نگرانی ہوتی ہے۔ آپ کو مسیحی مشنری خاتون صفائی کرتی نظر آئے گی، کبھی کھانا طلب نہیں کرے گی، کبھی کوئی رعایت نہیں لے گی، سب کام کرے گی اور خاموشی سے چلے جائے گی لیکن اپنے پیچھے اَن گنت سوالات چھوڑ جائے گی۔ یہ اس کے کام کی کامیابی ہے۔ جاپان میں مشنری تجربات سے معلوم ہوا کہ ۷۰ فی صد معاملات میں خاتون مشنری کامیاب رہی۔ جنوبی کوریا میں ایک سال میں ۳۶۵ خاندانوں کو تبدیلیِ مذہب پر آمادہ کرنے والی بھی ایک خاتون تھی۔ ایک جائزہ تیار کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ عورت کی یہ صلاحیت ایک مرد کے مقابلے میں آٹھ گنا زیادہ ہے۔

مشنری ہمیشہ تعلیم یافتہ ہوگا۔ وہ اپنے مذہب کے بارے میں کیے جانے والے بیشتر سوالوں کا جواب جانتا ہوگا۔ وہ آپ کو آپ کے مذہب سے دور لے جانے کے سو نکات بیان کردے گا، وہ تبدیلی مذہب کے عمل کے بارے میں بالکل متانت اور سنجیدگی سے بات کرے گا، آپ کو کبھی شرمندہ نہیں ہونے دے گا۔ آپ کی خانگی الجھنوں کا حل پیش کرے گا، آپ کے بچوں کے مسائل پر بات کرے گا، آپ آفت زدہ ہیں تو اس آفت کے بارے میں خداوند کی بات کرے گا، توحید پر اشتراک کرے گا اگرچہ وہ تثلیث کا قائل ہوگا۔

مشنریوں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے تجربات بھی کئی ایک مقامات پر بیان کیے ہیں۔ ان تجربات کو وہ ایک دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ ان راستوں اور طریقوں کی وضاحت ہو جن سے ایک مسلمان کو آسانی سے مسیحی بنایا جاسکتا ہے۔ ایک مشنری جولی وینزل نے نیومارک سٹی میں اگست ۲۰۰۳ء میں ایک خط میں ایک تجربہ بیان کیا۔ اس کے مطابق ایک مسلم عرب ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے گھر ڈنر میں یہ لوگ شریک ہوئے۔ جولی نے ایک حمدیہ نظم پڑھنا شروع کی جس میں نہایت پرسوز انداز میں توحید کا بیان تھا۔ جولی کا کہنا ہے کہ لبنان کے اس گھرانے کے افراد کی آنکھیں پرنم تھیں اور ان کی دو خواتین مسلمان ہونے کے باوجود سخت مضطرب تھیں اور وہ بعد میں اسلام سے مسیحیت کی جانب آگئیں۔ اس طرح سے وہاں الجزائر کی ایک مسلم ایم بی بی ایس خاتون بھی مسیحی ہوگئی۔

مسیحیوں میں بالعموم اور مسیحی مشنریوں میں بالخصوص ریلیف سوسائٹیاں بنانے کا رواج عام ہے۔ ان سوسائٹیوں میں کام کا بنیادی اصول یہ ہوتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو مشتعل کیے

بغیر انھیں تبدیلی مذہب پر آمادہ کیا جائے۔ انھیں یہ شک بھی نہ ہونے دیا جائے کہ ان پر کس نوعیت کا کام ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ دوستی اور سماجی خدمت کے پردے میں ہوتا ہے اور غیر محسوس انداز میں لٹریچر کی جانب طلب پیدا کر دی جاتی ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کو مسیح بنانے کے ایک ادارے کا نام دارالنجات ہے۔ اس ادارے کو Global Call of Hope کی سرپرستی حاصل ہے۔ یہ اسلام پر مختلف کورس کراتی ہے۔ اس منصوبے کو مسلم مسیحی فیلوشپ کا نام دیا گیا ہے۔ ایک اور ادارہ ہیلپنگ ہینڈ انٹرنیشنل ہے۔ یہ پاکستان میں بھی کام کر رہا ہے۔ یہ سکول قائم کرتا ہے' چلڈرن ہوم' دستکاری مراکز' کرافٹ سنٹر' زرعی تربیت کے ادارے' ریلیف تنظیمات اور طبی امداد کے ادارے بناتا اور ان سے کام لیتا ہے۔ یہ تنظیم بھی یہاں زلزلہ زدگان کی امداد میں مصروف ہے۔ بھارت کی آٹھ ریاستوں میں مسلمانوں میں تبدیلی مذہب پر کام کر رہی ہے۔

جب ایک مسلمان کو مسیحی بنایا جاتا ہے تو کتب کے مطالعے کے ساتھ ساتھ اس سے تقریباً روزانہ نصف سے ایک گھنٹہ ملاقات کی جاتی ہے۔ اس کام کے لیے ایک لائبریری 'النور' کے نام سے کام کرتی رہتی ہے۔ یہ ادارہ' یعنی ہیلپنگ ہینڈ اس مقصد کے لیے ۱۸ کتب اور ۳۷ پمفلٹ اور ایک جامع خط و کتابت کورس تقسیم کرتا ہے۔ سونامی میں ان اداروں نے بہت کام کیا۔ امریکی اخبار نیوز ڈے نے ۸ جنوری ۲۰۰۵ء کو ایک رپورٹ میں ان کی تفصیلات بیان کیں۔ عراق ان اداروں کا ایک بنیادی ہدف ہے۔ ایوانجلیکل راہنماؤں نے ان سرگرمیوں کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہم امدادی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ لوگوں کی روحانی مدد بھی کرتے ہیں۔ ریورنڈ فرینکلن گراہم نے اس کے دفاع میں کہا کہ امداد ایسی ہو جس سے یسوع مسیح کی محبت ہر دل میں پیدا ہو سکے۔ میری کوشش ہے کہ متاثرین میرے خداوند کو اپنے خداوند کے طور پر پہچان لیں۔

مسیحی مشنری جب متاثرین میں کام کرتے ہیں تو بچوں کو گود لے لیتے ہیں۔ ریلیف کے سامان میں پمفلٹ رکھ دیتے ہیں' مستقل رابطوں کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ایوانجلیکل مشن نامی میگزین کے ایڈیٹر سکاٹ موراؤ کا کہنا ہے کہ مسیحیت کا پرچار کسی صورت بند نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا کہنا ہے کہ بہترین حکمت عملی یہ ہے کہ پہلے امداد دی جائے پھر اس اعتماد کی مدد سے رابطے قائم کیے جائیں تا کہ لوگوں کو تبدیلی مذہب پر آمادہ کیا

جائے۔ کرسچین ریلیف ایجنسی، ورلڈ وژن اور کیتھولک ریلیف سروس کا بھی یہی طریقہ ہے۔

ذیل میں ان تنظیموں کے نام اور ان کی ویب سائٹس کے پتے دیے جارہے ہیں:

☆ Action Against Hunger زلزلہ زدگان کو غذا اور شیلٹر فراہم کرنے آئے ہیں۔
www.actionagainsthunger.org

☆ Action Aid ان کا بنیادی کام عورتوں اور بچوں کی امداد ہے۔ اس اعتبار سے ان کا کام نہایت اہم اور نازک ہے۔

☆ Adventist Development & Relief Agency (ADRA) یہ ایک بڑی آرگنائزیشن ہے اور یہ غذا، کمبل اور ٹینٹ فراہم کر رہی ہے۔

☆ American Jewish Joint Distribution Committee (JDC) زلزلہ زدگان کو مختلف نوعیت کی مدد دے رہی ہے۔ یہ یہودی ادارہ ہے۔ www.jdc.

☆ American Red Cross اس کے خصوصی تربیت یافتہ افراد یہاں کام کر رہے ہیں۔
www.redcross.org

☆ American Refugee Committee یہ تنظیم طبی امداد کے علاوہ غیر غذائی اشیا زلزلہ زدگان کو دے رہی ہے۔ www.archq.org

☆ Americares یہ زندگی بچانے والی ادویات اور شدید زخمیوں کے لیے ادویات فراہم کرنے کا کام کر رہی ہے۔ www.americares.org

☆ Architecture for Humanity یہ طویل المیعاد منصوبوں پر کام کرنے والا ادارہ ہے جو تعمیر نو اور اس سے متعلق کاموں میں شرکت کرتا ہے۔ www.architectureforhumanity.org

☆ Beptist World Alliance ان کی ایک میڈیکل ٹیم کام کر رہی ہے۔ www.bwanet.org

☆ Brother' Brother Foundation پاکستان میں طبی سامان بالخصوص ادویات دے رہی ہے۔ www.brothersbrother.org

☆ CARE یہ تنظیم پاکستان میں تباہی کا سروے کر رہی ہے اور اس کے مطابق امدادی و تعمیری سرگرمیوں کا منصوبہ بنائے گی۔

☆ Catholic Relief Services غذا، ادویات، شیلٹر، صاف پانی فراہم کرنے کے لیے کام کر رہی ہے۔
www.catholicrelief.org

☆ Christian Reform World Relief یہ ایجنسی بھی غذا، ادویات، شیلٹر وغیرہ فراہم کر رہی ہے۔

www.crwrc.org

☆ Church World Service یہ سروے کر رہی ہے اور ریلیف کا سامان فراہم کر رہی ہے۔ www.churchworldservice.org

☆ Concern World wide شدید متاثرہ علاقوں میں کام کر رہی ہے۔ www.concernusa.org

☆ Direct Relief International صحت سے متعلق مسائل کے حل میں کام کر رہی ہے۔ www.directrelief.org

☆ Doctors Without Borders طبی امداد' شیلٹر' صاف پانی' سونے کے لیے بستر اور ٹینٹ فراہم کر رہی ہے۔ www.doctorswithoutborders.org

☆ Episcopal Relief & Development خصوصی نوعیت کی ریلیف کا کام کرتی ہے۔ www.ep_d.org

☆ Food For the Hungry غذا فراہم کر رہی ہے اور زلزلے کے متاثرین میں کام کر رہی ہے۔ www.fh.org

☆ Global Giving فوری ضرورت کی اشیا فراہم کر رہی ہے۔ www.globalgiving.com

☆ Global Impact فوری نوعیت کی ضرورت پوری کرتی ہے' زلزلہ زدگان میں کام کر رہی ہے۔ www.global_impact.com

☆ Humanity First USA حفظانِ صحت کی اشیا اور میڈیکل ٹیمیں فراہم کر رہی ہے۔ www.humanityfirst.org

☆ International Aid طبی ضرورت پوری کر رہی ہے۔ www.internationalaid.org

☆ International Association for Human Value میڈیکل کیمپ لگاتی ہے اور شدید زخمیوں کا جسمانی ونفسیاتی علاج کرتی ہے۔ www.artofliving.org

☆ International Medical Corps ہنگامی طبی ضروریات پوری کرنے کے لیے کام کر رہی ہے۔ www.imcworldwide.org

☆ International Rescue Committee فوری ضرورتوں کا اندازہ لگاتی ہے اور فراہم کرتی ہے۔ www.theIRC.org

☆ Lions Club غذا' ادویات اور کمبل فراہم کر رہی ہے۔ www.lionsclubs.org

☆ Luthern World Service خواتین میں کام کرتی ہے اور زلزلہ زدہ خواتین کو ریلیف فراہم کر رہی ہے۔

دُور دراز علاقوں میں کام کرتی ہے۔www.lwr.org

☆ MADRE خواتین میں ریلیف کا کام دُور دراز علاقوں میں کر رہی ہے۔www.madre.org

☆ MAP International ہسپتال' کلینک اور موبائیل طبی یونٹ چلا رہی ہے۔www.map.org

☆ Mercy Air Life فوری طبی امداد' خوراک اور خیمے فراہم کر رہی ہے۔www.mercynorthiova.com

☆ Mercy USA for Aid and Development بے گھر زلزلہ زدگان میں کام کر رہی ہے۔www.mercyusa.org

☆ North West Medical Teams طبی امداد دے رہی ہے۔www.nwmedicalteams.org

☆ Operation USA اہم ترین ضرورت کی اشیا فراہم کر رہی ہے۔www.opusa.org

☆ Plan USA ریلیف کی سرگرمیوں کو مربوط کرتی ہے اور طویل مدت کے لیے درکار ضروریات پوری کرتی ہے۔www.planusa.org

☆ Pakistan Relief طبی امداد' ٹینٹ فراہم کر رہی ہے۔ پانی کو پینے کے قابل بنا رہی ہے۔

☆ Relief International دُور دراز دیہات اور قصبوں میں ٹینٹ' کمبل اور غذا فراہم کر رہی ہے۔ www.ri.org

☆ Save Children USA زخمی بچوں اور خاندانوں اور بے گھر افراد کی مدد کر رہی ہے۔www.savethechildren.org

☆ The United Methodist Committee طبی امداد' خوراک' پانی اور کمبل دے رہی ہے۔ www.gbgm_umc.orgumcor or umc.org

☆ World Concern غذا' ادویات' پانی اور ٹینٹ فراہم کر رہی ہے۔www.worldconcern.org

☆ World Emergency Relief ہر موسم اور سردی سے خصوصی بچاؤ کے خیمے فراہم کر رہی ہے۔ www.worldemergencyrelief.org

☆ World Relief پانی' سردی سے بچاؤ کے خیمے' شامیانے' کپڑے فراہم کر رہی ہے۔www.worldrelief.

(تفصیلی معلومات کے لیے ماہنامہ آئین کی نومبر اور دسمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت دیکھیے)

سرورق کے ڈیزائن کا مقابلہ

۲۰۰۶ء کے لیے سرورق کے ڈیزائن کے مقابلے کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ ڈیزائن لاہور کے محترم اعجاز حسین نے بنایا۔ ادارہ انھیں مبارک باد پیش کرتا ہے۔ پہلا انعام ان کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اخوان المسلمون کی شان دار کامیابی

شاہ نواز فاروقی ○

مسلمانوں کی تاریخ مرکز جُو اور مرکز گریز قوتوں کا ایسا رزمیہ ہے جس نے تاریخ کے حالیہ سفر میں فکر و خیال سے عملی سیاسی جدوجہد تک کئی اسالیب پیدا کر لیے ہیں۔ ان اسالیب کا سرسری مطالعہ بھی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ مرکز جُو قوت مسلسل پیش قدمی کر رہی ہے جس سے مسلمانوں کے جہانِ معنی میں روشنی پھیلتی جا رہی ہے۔ یہاں کہنے کی اہم بات یہ ہے کہ تاریخ کے اس تصور کو نظرانداز کر کے ہم مسلم دنیا میں رونما ہونے والی مختلف تبدیلیوں کی معنویت کو نہیں سمجھ سکتے۔

مصر کے حالیہ پارلیمانی انتخابات میں اخوان المسلمون کی شان دار کامیابی کو بھی اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ بعض مبصرین نے خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کامیابی کو شان دار قرار دینا درست نہیں۔ ان کے نزدیک ۴۰۰ سے زائد منتخب نمایندوں کے ایوان میں ۸۸ نشستوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟ لیکن صورتِ حال کو دیکھنے کے لیے یہ تناظر کسی طرح بھی کفایت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ گذشتہ پارلیمنٹ میں اخوان کے نمایندوں کی تعداد صرف ۱۶ تھی۔ لیکن یہ معاملہ گنتی سے بہت آگے جاتا ہے۔ مصر کے حالیہ انتخابات بھی ماضی کے انتخابات کی طرح بدترین دھاندلیوں سے آلودہ تھے۔ انتخابات سے قبل، یہاں تک کہ انتخابات کے روز بھی، اخوان کے کارکنوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری رہا اور درجنوں مقامات پر رائے دہندگان کو پولنگ اسٹیشنوں میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔

○ اسٹاف رائٹر، ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل، کراچی

امتیازی انتخابی قوانین اس کے علاوہ تھے۔ پھر اخوان پر پابندی تھی اور انھوں نے اپنے نام سے انتخابات میں حصہ لینے کے بجاے حسب سابق آزاد امیدواروں کو میدان میں اتارا۔ اس منظرنامے میں اخوان کا واحد حزب اختلاف بن کر ابھرنا اور ۸۸ نشستوں پر کامیاب ہونا معمولی بات نہیں۔ مصر کی سیکولر قوتوں کی ناکامی اتنی نمایاں ہوکر سامنے آئی کہ انھوں نے جھنجھلا کر اخوان کی کامیابی کو حسنی مبارک کے کھاتے میں ڈال دیا اور انھوں نے الزام لگایا کہ حسنی مبارک نے مصر کو آمریت اور مسجد کے درمیان معلق کر دیا ہے۔ اب مصری عوام یا تو آمریت کے آگے سجدہ گزاریں یا مسجد کا رخ کریں۔ مصر کے سیاسی مکالمے یا discourse میں مسجد کا یہ حوالہ نیا نہیں لیکن اس بار یہ حوالہ صرف حوالہ نہیں ایک توانا علامت بن کر ابھرا ہے۔

مصر کی سیاست پر نظر رکھنے والوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اخوان کو کام کرنے کی مزید آزادی فراہم ہوئی ہوتی، تو ان کی کامیابی شان دار سے آگے بڑھ کر حیرت انگیز ہوسکتی تھی۔ اس کے باوجود یہ سوال بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ حسنی مبارک نے اس بار انتخابی قوانین اور سیاسی فضا کو پہلے سے زیادہ نرم کیوں کیا؟

اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ امریکا افغانستان اور عراق میں کروز میزائلوں اور بموں کے ذریعے جمہوریت 'کاشت' کر رہا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ پورے مشرقِ وسطیٰ کو مشرف بہ جمہوریت کر کے رہے گا۔ اس دعوے کے مضمرات کو سمجھنا دشوار نہیں اور مصر کے صدر حسنی مبارک صدارتی انتخابات کے بعد ۱۰۰ فی صد ڈھکوسلہ پارلیمانی انتخابات کا انعقاد کر کے امریکا کے لیے رسوائی تخلیق نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اخوان کو جو تھوڑی بہت آزادی اور سہولت فراہم ہوئی وہ حسنی مبارک کی 'پسند' نہیں مجبوری تھی۔ تاہم اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔

مسلم دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس پر مسلط حکمران اسلام اور امت مسلمہ کے حقیقی مفادات کے تناظر میں تاریخی طور پر ازکاررفتہ نہ ہوگئے ہوں۔ مصر کا معاملہ اس سے الگ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسنی مبارک اپنے فرزندِ ارجمند جمال کے لیے حالات سازگار بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ لیبیا کا ہے جہاں کرنل معمر قذافی اپنی جگہ اپنے بیٹے سیف الاسلام کو اقتدار پر قابض دیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اخوان کی شان دار کامیابی میں امریکا کے لیے یہ پیغام مضمر ہوسکتا ہے کہ وہ

مشرق وسطیٰ میں جمہوریت کا باغ لگانے کے سلسلے میں زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کرے کیوں کہ اس صورت میں 'بنیاد پرست' پورے مشرق وسطیٰ پر چھا جائیں گے اور صرف امریکا ہی نہیں، پوری مغربی دنیا کے اساسی مفادات خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ اخوان کی کامیابی محض اس کی ایک جھلک ہے۔ مسلم دنیا کے آمروں کے علم الکلام کی اپنی لغت اور اس کی اپنی معنویت ہے اور یہ معنویت راز بھی نہیں۔

اخوان المسلمون پر ۱۹۵۴ء میں جمال عبدالناصر کے قتل کی سازش کا الزام لگا کر پابندی عاید کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک اخوان نے ابتلا و آزمایش کا ایک بہت طویل دور گزارا ہے۔ اس عرصے میں ایسا وقت بھی آیا جب کہنے والوں نے یہ کہا کہ اخوان ایک بڑی تحریک کی حیثیت سے باقی نہیں رہ سکتے اور ان کی واپسی ناممکن دکھائی دیتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی مزاحمتی روش کو بھی موردِ الزام ٹھیرایا گیا اور اس سے دنیا کے مختلف مسلم ملکوں میں سبق وغیرہ لینے کی کوشش بھی کی گئی۔ لیکن اخوان کی اس کامیابی نے ثابت کر دیا کہ جو تحریکیں حق پر ہوں، مسلم تہذیب و تمدن کے مرکزی دھارے میں منسلک و مربوط ہوں اور ان کی جڑیں عوام میں ہوں، انھیں دو چار یا ۱۰ سال کے لیے پارلیمنٹ یا سیاسی عمل سے باہر تو کیا جا سکتا ہے لیکن عوام کے اجتماعی حافظے سے نہیں نکالا جا سکتا۔ مسلم تاریخ کی مرکز جُو حرکت انھیں بالآخر مسلم عوام کی دیرینہ آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنا دے گی اور استبدادی قوتوں کا کوئی ہتھکنڈا کارگر ثابت نہیں ہو سکے گا۔

اسی حوالے سے کہیں مرکز جُو قوت و حرکت صورتِ حال سے منسلک نظر آئے گی اور کہیں تبدیلی ماورائے حالات بھی وقوع پزیر ہوگی۔ اس کی مثالیں اب جگہ جگہ سے دستیاب ہیں۔ مثال کے طور پر الجزائر میں اسلامی فرنٹ کی بے مثال کامیابی علاقائی یا بین الاقوامی حالات سے ماورا تھی۔ الجزائر سیکولرازم کی تجربہ گاہ اور فوجی آمریت کا گہوارا تھا مگر اسلامی فرنٹ کی نظریاتی جہت نے سیکولرازم کے قلعوں کو مسمار کر دیا۔ یہ انقلاب حقیقی نہ ہوتا تو فوجی آمریت کی جانب سے اسلامی فرنٹ کی بے مثال کامیابی پر مارے گئے شب خون کی شاید ایسی مزاحمت نہ ہوتی جیسی کہ ہوئی۔

پاکستان میں متحدہ مجلس عمل کی انتخابی کامیابی میں زیادہ ہاتھ علاقائی اور بین الاقوامی صورت حال نے ادا کیا اور اگر مجلس عمل نے پنجاب میں بھی موثر مہم چلائی ہوتی تو اس کی کامیابی کا دائرہ زیادہ وسیع ہو سکتا تھا۔

اخوان المسلمون مصر کی سیاست میں ایک بڑی قوت بن کر ابھر چکے ہیں اور وہ ملک کی واحد حزب اختلاف ہوں گے۔ اس صورت حال نے ان پر امکانات کے در وا کر دیے ہیں مگر ان حالات میں ایک قوی اندیشہ بھی موجود ہے۔

امریکا اور اس کے مغربی و غیر مذہبی اتحادی، اسلام کے ابھار اور اسلامی تحریکوں سے خوف زدہ ہیں۔ چنانچہ جہاں ان سے بن پڑا ہے انھوں نے اسلامی تحریکوں کا براہ راست راستہ روکا ہے اور ممکن ہوا تو آیندہ بھی روکیں گے۔

مغربی دنیا کو جمہوریت واقعتاً عزیز ہوتی تو وہ اسلامی فرنٹ کے جمہوری انقلاب کو قبول کر لیتی اور الجزائر کی فوجی اسٹیبلشمنٹ کو اسے سبوتاژ کرنے کی اجازت نہ دیتی، لیکن مغربی دنیا اس سبوتاژ پر آج تک اس طرح خاموش ہے کہ جیسے یہ سبوتاژ واقع ہی نہ ہوا ہو۔ تاہم، جہاں کہیں مغربی دنیا کے لیے اسلامی تحریکوں کی پیش قدمی کو روکنا ممکن نہ ہوگا وہاں کوشش کی جائے گی کہ انھیں سسٹم میں جذب کر کے ان کی نظریاتی جہت کو دھندلا دیا جائے اور انھیں اسلامی تحریکوں کے عظیم مقام سے ہٹا کر صرف سیاسی جماعت بنا کر کھڑا کر دے۔ بلاشبہہ مسلم دنیا کو اچھی سیاسی جماعتوں کی بھی ضرورت ہے مگر جو کام اسلامی تحریکیں کر سکتی ہیں وہ سیاسی جماعتوں کے بس کی بات نہیں۔ سیاسی جماعتیں نظام میں اصلاح کر سکتی ہیں مگر اسے بدل نہیں سکتیں۔ یہ ان کی فکری اہلیت کے دائرے سے باہر کی چیز ہے اور مسلم دنیا پر بحیثیت مجموعی جو نظام مسلط ہے اس کی خرابیاں اتنی بڑی ہیں کہ انھیں اب اصلاح سے دور نہیں کیا جاسکتا۔ مسلم دنیا کو انقلاب کی ضرورت ہے اور انقلاب صرف تحریکیں لاسکتی ہیں۔ انقلاب کے لیے معروضی تناظر یا detached out look ضروری ہوتا ہے جو سسٹم میں جذب ہو کر حاصل نہیں کیا جاسکتا اور حاصل ہو تو سسٹم کا حصہ بنتے ہی زائل ہو جاتا ہے۔ اخوان المسلمون نہ کبھی صرف سیاسی جماعت تھی، نہ ہے اور نہ اسے ہونا چاہیے۔ عالم عرب میں مصر کی اہمیت اس کی آبادی، رقبے، جغرافیائی محل وقوع اور اس کے ثقافتی اثرات کی وجہ سے ویسے ہی مرکزی ہے۔ مصر منقلب ہو گیا تو اس کے اثرات دور دور تک مرتب ہوں گے۔

مسلم دنیا کی حالیہ تاریخ میں سسٹم سے مفاہمت کے کئی بڑے اور اہم تجربات ہوئے مگر ان میں سے کوئی تجربہ بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ الجزائر میں تو خیر اسلامی فرنٹ کی کامیابی پر ڈاکا ڈال دیا گیا

جس کے نتیجے میں وہاں وہ کشت وخون ہوا کہ جس کی الجزائر کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ترکی میں نجم الدین اربکان کو قبول کیا گیا مگر چلنے نہیں دیا گیا۔ اس سلسلے میں سب سے مثالی تجربہ سوڈان میں ہوا جہاں جنرل عمرالبشیر خود کو اسلامی تحریک کا کارکن اور حسن ترابی کا شاگرد کہتے تھے' لیکن حسن ترابی بالآخر اسپیکر کے عہدے سے معزول کیے گئے اور جیل میں ڈالے گئے اور بعض اطلاعات کے مطابق ان کے ساتھ جیل میں اچھا سلوک نہیں ہوا۔ مصر میں ایسے کسی تجربے کی فی الحال کوئی گنجایش نظر نہیں آتی لیکن سسٹم میں جذب ہونے کی صرف ایک صورت نہیں ہوتی' چنانچہ اخوان کو اس حوالے سے پوری مسلم تاریخ کے تناظر میں شعور کا مظاہرہ کرنا ہوگا اور خود کو سسٹم کا حصہ بننے سے روکنا ہوگا۔ مسلم دنیا کی تاریخ میں ویسے بھی کوڑوں سے زیادہ توڑوں کو خطرناک سمجھا گیا ہے۔

کہنے کو فلسطین کے مخصوص حالات اور جغرافیے اور آبادی کے اعتبار سے اس کا ماڈل چھوٹا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی تحریکوں کے لیے سب سے اچھا ماڈل فلسطین میں تخلیق ہوا ہے۔ یہ ماڈل خدمت اور مزاحمت کے امتزاج پر مشتمل ہے۔ بلاشبہہ اس ماڈل کے تحت پوری مسلم دنیا میں خدمت کے معنی تو وہی رہیں گے لیکن مزاحمت کا مفہوم ہر ملک کے معروضی حالات کے مطابق بدل جائے گا' تاہم مزاحمت کا وسیع تر مفہوم باقی رہے گا۔ امریکا میں ۱۱ستمبر کا واقعہ نہ ہوتا تو بھی فلسطین کا یہ ماڈل پوری مسلم دنیا کے لیے بہترین ہوتا لیکن ۱۱ستمبر کے بعد کے حالات نے اس ماڈل کو عالمِ اسلام کے لیے ناگزیر بنا دیا ہے۔ پوری مسلم دنیا میں مغرب کی فکری یا اخلاقی برتری کا طلسم ٹوٹ چکا اور پوری مسلم دنیا چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر کے تجربے کا عالمی سطح پر مشاہدہ کر رہی ہے۔ عراق کی بے مثال مزاحمت نے طاقت کے عدم توازن کے مضمرات کے خوف کو تحلیل کر دیا ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ جنگیں صرف بی ۵۲ طیاروں اور کروز میزائلوں سے نہیں لڑی جاتیں۔ غاصبین کو بالآخر آسمان سے زمین پر آنا پڑتا ہے اور یہاں جذبے کی عمل داری ہے۔ مسلم دنیا کی کم وبیش نصف آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے جسے صرف مزاحمتی روح سے متحرک اور منظم کیا جاسکتا ہے اور بروے کار لایا جاسکتا ہے۔ نیند میں چلنے والے لوگ ان نوجوانوں کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتے۔ اسلامی تحریکوں کو ان حقائق کے ساتھ ساتھ اس امر کا بھی ادراک کرنا چاہیے کہ مسلم دنیا پر مسلط حکمران ان گندے انڈوں کی طرح ہیں جن سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوسکتا۔

معاونین کی ضرورت ہے

اسلام آباد کے ایک دینی ادارے کو ایسے اشخاص کی خدمات درکار ہیں جو مندرجہ ذیل اوصاف رکھتے ہوں:

۱- صحیح العقیدہ مسلمان ہوں۔ دعوتی اور تبلیغی مزاج رکھتے ہوں۔ اپنے آپ کو تعلیم، تدریس اور تحقیق سے وابستہ کرنا چاہتے ہوں۔ مشنری جذبے سے کام کرنا چاہتے ہوں۔

۲- عربی زبان پر قدرت رکھتے ہوں اور عربی سے ترجمہ کرنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ درسِ نظامی سے فراغت یافتہ افراد کو ترجیح دی جائے گی۔

۳- انگریزی زبان سے کماحقہ واقف ہوں۔ بی-اے کو ترجیح دی جائے گی۔

۴- کمپیوٹر پر عربی، اُردو اور انگریزی میں کام کرنا جانتے ہوں۔

۵- انتظامی صلاحیت کو اِضافی لیاقت تصور کیا جائے گا۔

خواہش مند حضرات، مندرجہ بالا اوصاف میں اپنی استعداد بیان کرتے ہوئے اپنا مکمل پتا اور دیگر کوائف، درخواستوں کے ساتھ فوراً مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کریں۔

تنخواہ، تعلیم، تجربے اور لیاقت کے اعتبار سے معقول ہوگی

MY CHEMIST

House No. 35, Street No. 55,
Main Bazar, G-9/4, ISLAMABAD

اخبار اُمت

جنوبی کوریا: اشاعتِ اسلام کے ۵۰ سال

چند مشاہدات

شفیق الاسلام فاروقی ○

جب ہمیں کہیں سے کسی ایک شخص کے بھی قبولِ اسلام کی خبر ملتی ہے تو بے حد خوشی ہوتی ہے' مگر جب ایک ایک' دو دو نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اسلام قبول کریں تو کس قدر خوشی اور مسرت ہوگی! ایسی ہی ایک مثال جنوبی کوریا کی ہے۔ جنوبی کوریا میں ۵۰ سال قبل حق کے متلاشی چند اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا اسلام قبول کرنا اور اس کے بعد اپنی زندگیاں اسلام کو پوری طرح سمجھنے اور اشاعتِ اسلام کے لیے وقف کر دینا ایسی نادر مثال ہے کہ وہ ملک جہاں نصف صدی قبل کوئی ایک مسلمان یا کوئی مسجد تک نہ پائی جاتی تھی' اب وہاں ۵۰ ہزار کے قریب نومسلم آباد ہیں۔ سیول شہر میں ایک خوب صورت اور عالی شان مرکزی مسجد کے علاوہ مختلف شہروں میں مزید آٹھ عالی شان اور ۵۰ سے زائد چھوٹی مساجد ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف شعبوں میں ایک لاکھ کے قریب غیر ملکی مسلمانوں کے وجود نے اس ملک میں اسلام کو ایک مؤثر قوت بنا دیا ہے۔

حال ہی میں (۲۵ تا ۲۷ نومبر ۲۰۰۵ء) کوریا مسلم فیڈریشن نے کوریا میں اشاعتِ اسلام کے ۵۰ سال مکمل ہونے پر ۵۰ سالہ تقریبات منعقد کیں۔ ان تقریبات میں ۳۰ مسلم ممالک کے

○ ۴۶-ایم' ماڈل ٹاؤن ایکسٹینشن' لاہور

نمایاں اسکالر، اور کوریا میں مقیم اسلامی ممالک کے سفیروں نے شرکت کی۔ کوریا سے اپنے ۵۰ سالہ دعوتی تعلق کی بنا پر پاکستان سے راقم الحروف نے خصوصی دعوت پر شرکت کی، جب کہ ڈاکٹر انیس احمد، وائس چانسلر رفاہ یونی ورسٹی اور الطاف حسن قریشی، مدیر اُردو ڈائجسٹ بطور اسکالر مدعو تھے۔

تقریب کا آغاز ۲۵ نومبر ۲۰۰۵ء کو جمعۃ المبارک کے دن ہوا۔ نماز جمعہ سے قبل افتتاحی تقاریر اور سیول کی مرکزی مسجد میں اس ملک میں اسلام کی آمد کی ۵۰ سالہ تاریخ پر روشنی ڈالی گئی، اور بعدازاں مرکزی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ تین دن کی اس تقریب میں مختلف ممالک کے معزز شرکا نے اسلام، اشاعتِ اسلام اور دنیا میں خلوص و محبت کے ساتھ بقاے باہمی کے موضوعات پر تقاریر کیں جن کو فیڈریشن نے ایک ضخیم کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ چند موضوعات: ○ کوریا میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان باہمی تعلقات ○ ایشیا میں کثیرالثقافتی اور مذہبی مذاکرات ○ انڈونیشیا میں مذہبی رواداری ○ چین میں اسلام ○ اسلام اور عیسائیت کے درمیان باہمی مذاکرات کی ضرورت ○ ۲۱ویں صدی میں دعوت کا نیا طریقۂ کار ○ جاپان میں دعوتِ دین کا طریقۂ کار۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ترک فوجی دستے کے امام زبیر قوچ کو بھی اس شان دار تقریب میں شرکت کا اعزاز بخشا گیا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ مدعو تھے۔ آپ کے ہاتھوں پہلے اور دیگر ۲۰۰ کے قریب کوریائی لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کا بیج بویا گیا تھا، اب اُسے ایک تناور پھل دار درخت کی شکل میں آپ دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے انگریزی میں ایک مختصر افتتاحی تقریر بھی کی۔ راقم الحروف کو بھی اس ترک امام کے ذریعے اس ملک میں مراسلت اور ترسیلِ لٹریچر کے ذریعے دعوت کے کام کے حوالے سے گفتگو کا اعزاز بخشا گیا۔

اس موقع پر کوریا میں اشاعتِ اسلام کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا کہ اُس کورین نومسلم چونگ جن، جس نے سب سے پہلے قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کی، ۱۹۵۶ء میں تُرک فوجی دستے کے کیمپ میں چونگ جن مدرسے کی بنا ڈالی، جس میں بلاتفریق مذہب اسلام کی تعلیم کے ساتھ نادار اور غریب گھرانوں کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا جس کے نتیجے میں بہت سے بچوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ۱۹۵۷ء میں ترک فوجی دستے کی وطن واپسی کے بعد ایک دوسرے اعلیٰ تعلیم یافتہ کورین نومسلم صابری سوہ جنگ کل کی ہمراہی میں ۱۹۵۹ء میں ملایشیا، پاکستان اور

سعودی عرب کا دورہ کیا اور ایک سال ان ممالک میں رہ کر اسلام کا علم حاصل کرنے کے ساتھ بہت سے افراد کے ساتھ ملاقاتوں کے بعد اپنے وطن میں اشاعتِ اسلام کی راہ ہموار کی۔ اسی دوران حج کی سعادت حاصل کر کے پہلے کوریائی حاجی کہلائے۔ چنانچہ اس دورے کے نتیجے میں ۱۹۶۱ء میں ملایشیا کی سینیٹ کا ایک وفد کوریا میں اشاعتِ اسلام کا جائزہ لینے کے لیے کوریا آیا اور اپنے ہاں ۱۱ مردوں اور تین خواتین کی اعلیٰ اسلامی تعلیم کا انتظام کیا، جو ایک سال بعد واپس ہوئے۔

ملایشیا کی حکومت نے خاص طور پر اشاعتِ اسلام کے کام میں دل چسپی لی۔ چنانچہ ۱۹۶۲ء میں نائب وزیراعظم جناب عبدالرزاق اور ۱۹۶۳ء میں اسپیکر پارلیمنٹ حاجی نوح کوریا آئے۔ اُن کی سفارش پر وزیراعظم ملایشیا تنکو عبدالرحمٰن نے مسجد کی تعمیر کے لیے ۳۳ ہزار ڈالر کا عطیہ دیا جو مسجد کی تعمیر کے لیے ناکافی تھا، اس لیے مسجد تعمیر نہ ہو سکی۔

۱۹۶۵ء میں کورین اسلامک سوسائٹی کو تحلیل کر کے کوریا مسلم فیڈریشن کا قیام عمل میں آیا۔ اسے خاص عنایتِ خداوندی کہنا چاہیے کہ اس تنظیم میں اس ملک کا وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ شامل ہے، جس نے امریکا کی معروف یونی ورسٹیوں میں مختلف شعبوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اسلام کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر قبول کیا، اور اپنے آپ کو روایتی مسلمان کہلانے کے بجائے اس ملک میں دعوتِ اسلام کے وسیع کام میں منہمک ہوگئے۔ انھوں نے اپنی کوششوں سے اسلام کو مؤثر قوت بنا دیا، جس کا مظاہرہ حالیہ تقریبات میں ہوا، جس کا اہتمام بڑے تزک و احتشام سے کیا گیا۔

جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت اس ملک میں ۵۰ ہزار نومسلم یہاں کے اصل باشندے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد نومسلموں کی دوسری بلکہ تیسری نسل ہے، اور فیڈریشن کی دعوتی سرگرمیوں سے نہ صرف اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے بلکہ نصف صدی قبل جن عیسائی مشنریز کی سرگرمیاں مقامی لوگوں کو عیسائی بنانے میں بڑے زوروں پر تھیں اور انھوں نے عیسائیت کو ایک زبردست مؤثر اقلیت بنا دیا تھا، اب اسلام کی آمد اور کوریا مسلم فیڈریشن کی دعوتی سرگرمیوں اور روز افزوں قبولِ اسلام کی رفتار کی وجہ سے عوام میں تقریباً ختم ہوگئی ہیں، جس سے عوام میں قبولِ عیسائیت کا رجحان بھی قریب قریب ختم ہوگیا ہے۔

بلامبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت جنوبی کوریا دنیا میں نہ صرف انتہائی پُرامن ملک ہے،

بلکہ مثالی، ترقی یافتہ اور بہت پھیلا ہوا ہے۔ سیول شہر کی آبادی ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ہے اور کوئی شخص رہایش کے مسئلے سے دوچار نہیں۔ یہ ایک ساحلی شہر ہے، اور جگہ جگہ سمندر کا ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کو جدا کرتا ہے، جنھیں شان دار، مضبوط، خوب صورت پُل ایک دوسرے سے ملاتے ہیں۔ آٹومیٹک ٹریفک کا بہترین نظام ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر ۱۸، ۱۸، ۲۰ ۲۰ منزلہ سیکڑوں رہایشی مضبوط اپارٹمنٹس ہیں، جنھیں آج سے ۴۰، ۵۰ سال قبل ملک کے مخلص دیانت دار حکمران طبقے نے قابلِ عمل منصوبے کی شکل دے کر کامیابی سے ہم کنار کیا اور موجودہ اور آیندہ کئی نسلیں اس سے مستفید ہوتی رہیں گی۔ سب سے بلند تعمیر ۶۳ منزلہ اپارٹمنٹ ہے جس کا نام بھی ۶۳ منزلہ سٹوری ہے۔

یہاں چار دن کے قیام میں ہمیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ ہم کسی اجنبی غیر اسلامی ملک میں مقیم ہیں۔ مرکزی مسجد اور اُس کے قریب کوریا مسلم فیڈریشن کے دفاتر میں کئی بار جانے کا موقع ملا۔ دوسری منزل پر خواتین کی مسجد ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے لیے وسیع قطعۂ زمین کوریا کی غیر مسلم حکومت نے ۱۹۶۹ء میں عطیہ دیا اور ۱۹۷۶ء میں کوریائی اور کوریا میں مقیم غیر ملکی مسلمانوں کی مالی امداد کے علاوہ بعض دوسرے ممالک کی مدد سے اس مرکزی مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی اور مئی ۱۹۷۶ء میں اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ اس مسجد کے سینئر امام جناب سلیمان لی ہیں، یہ کورین ہیں اور انھیں بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کے ایک نائب تھائی لینڈ کے جناب عبدالرشید اور دوسرے نائب ترکی کے جناب فاروق زُمیل ہیں۔

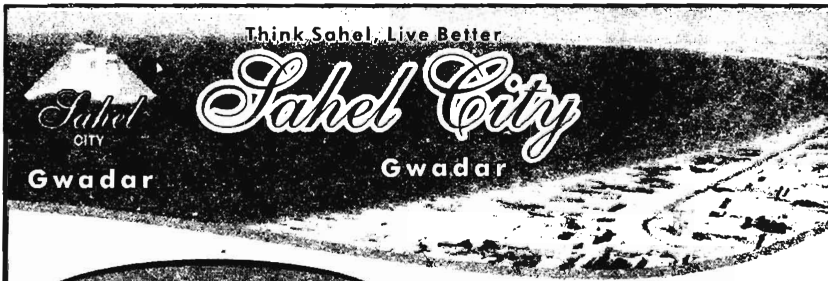
۵۰ سالہ تقریبات کے موقع پر پوچیان (Pocheon) کے شہر میں نویں خوب صورت مسجد کا افتتاح کیا گیا، اور نماز ظہر ادا کی گئی۔ اس کی تعمیر میں کوریا میں مقیم بنگلہ دیشی مسلمانوں کا زیادہ حصہ ہے، جن کی ایک کثیر تعداد یہاں رہ رہی ہے، جب کہ کویت کے وزیر اوقاف جناب عبدالرزاق عبدالغنی سابق سفیر قطر مقیم کوریا، کویت کے جناب الشیخ عبداللہ علی المطوع، سوڈان کے سفیر جناب ابابکر الخلیفہ اور کویت یونی ورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر بدرالماسی کی مساعی خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ شہر شمالی کوریا کی سرحد کے قریب ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کوریا مسلم فیڈریشن کا خیال ہے کہ اس شہر سے شمالی کوریا میں دعوتِ اسلام کے کام کو کافی آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر اور کوریا اور بنگلہ دیش سمیت دیگر کئی ممالک کے مسلمانوں کی ملی جلی آبادی شمالی

کوریا میں دعوت کے کام کو پھیلا سکتی ہے۔

اس موقع پر مختلف اہم شخصیات سے ملاقات کا موقع بھی میسر آیا جن میں اسلامک سنٹر جاپان کے عرب سربراہ جناب ڈاکٹر محمد صالح السامرائی، مفتی اعظم فلسطین عکرمہ سعید شامل ہیں۔ بیجنگ (چین) سے چائنا اسلامک ایسوسی ایشن کے جناب شمس الدین ین چانگ سے ملاقات رہی۔ آپ نے بتایا کہ اس وقت بیجنگ میں ۱۸ مساجد ہیں۔ انھوں نے اس تقریب کو اہم قرار دیا کہ اس طرح عالمِ اسلام اور دنیا میں اشاعتِ اسلام کے حوالے سے پیش رفت جاننے کا اچھا موقع میسر آیا۔ سب سے زیادہ دل آویز شخصیت اسلامک سنٹر جاپان کے سربراہ جناب نعمت اللہ خلیل ابراہیم کی تھی جو باریش، معمر لیکن صحت مند اور کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور اُردو بھی سمجھتے ہیں۔ آپ نے خلافتِ عثمانیہ اور اُمت مسلمہ کا زوال انتہائی کرب سے بیان کیا۔

کوریا میں اشاعتِ اسلام کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے دو امور خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک بڑی تعداد میں تعلیم یافتہ افراد نے اسلام قبول کیا ہے اور اپنی زندگی کو بدلا ہے اور وہ معاشرے میں اعلیٰ مقام اور رسوخ رکھتے ہیں مگر انھوں نے اپنے قبولِ اسلام کے واقعات کو تحریری شکل میں محفوظ نہیں کیا۔ ان ایمان افروز واقعات کو اگر کتابی صورت میں شائع کیا جائے تو یہ اشاعتِ اسلام کے لیے بہت مفید ہوگا۔ دوسری کمی کوریا میں اسلامی اسکولوں کی محسوس ہوتی ہے۔ سیول کے علاوہ دو تین اہم شہروں میں اسلامی اسکول قائم کیے جانے چاہییں تاکہ نومسلموں اور مسلم سفارت کاروں اور دیگر مسلم تارکینِ وطن کے بچوں کی صحیح خطوط پر تعلیم و تربیت کا مستقل بنیادوں پر انتظام ہوسکے۔ کوریا مسلم فیڈریشن کو ان پہلوؤں پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

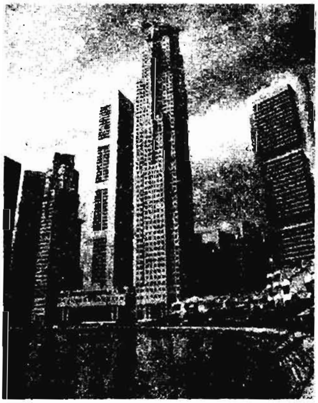
ایک چھوٹے سے غیر مسلم ملک میں ۳۰ سال سے بھی کم عرصے میں ۵۰ ہزار کوریائی باشندوں کا قبولِ اسلام اور تقریباً ایک لاکھ غیر ملکی مسلمانوں کی موجودگی، آٹھ بڑی خوب صورت اور ۵۰ سے زائد چھوٹی مساجد کی تعمیر اور اشاعتِ اسلام کی تیز رفتاری یہ شہادت دیتی ہے کہ دنیا میں اسلام تیزی سے قبول کیا جانے والا دین ہے، اور اسلام کے خلاف جس صلیبی جنگ کا آغاز امریکا کے حکمرانوں نے اپنے غرورِ طاقت کے نشے میں کیا ہے وہ بھی ان شاء اللہ جلد شکست سے دوچار ہوگی، بالآخر اسلام غالب آکر رہے گا!



ڈپلومیٹک ایریا کے قریب تر

گوادر

--- جہاں قسمت بدل رہی ہے



ایک منفرد طرزِ زندگی

سرمایہ کاری کیلئے بہترین محلِ وقوع

Plot Size	Down Payment	At the time of Allotment (After 60 Days)	At the time of Allocation (After 60 Days of Allotment)	Equal Quarterly Installments	Total Cost of Land
500 Sq.Yds	Rs. 1,50,000	Rs. 1,00,000	Rs. 1,00,000	Rs. 50,000	[illegible]
250 Sq.Yds	Rs. 75,000	Rs. 50,000	Rs. 50,000	Rs. 28,125	Rs. 4,00,000

Launched and Marketed by:

Sigma Developers (Pvt) Ltd.

Suite No. 2, 1st Floor, Crescent Plaza,
F-10 Markaz, Islamabad.
Tel: +92-51-2111662, 2212481, 2105716
Fax: +92-51-2111663
Cell: +92-300-8562593
E-mail: sigmaisb@hotmail.com

جہاں ریت سونے میں ڈھل رہی ہے



رسائل و مسائل

دورانِ نماز متن یا ترجمۂ قرآن دیکھ کر پڑھنا

سوال: نماز میں خشوع اور توجہ کے لیے میں ایک الجھن کا شکار ہوں۔ رمضان میں نماز تراویح کے دوران ایک تجربے سے گزرا۔ جرمنی کے ایک اسلامک سنٹر میں تراویح کی نماز سے قبل، تراویح میں پڑھی جانے والی سورتوں کا مفہوم تفہیم القرآن سے دیکھ کر جاتا اور دورانِ نماز توجہ، انہماک اور خشوع و خضوع کے لیے قرآن کے ایک جیبی نسخے سے متن اور ترجمہ پر بھی نظر ڈالتا اور ساتھ ساتھ عربی قرأت سے بھی محظوظ ہوتا۔ اس دوران خشوع و خضوع کی جو کیفیت حاصل رہی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے ایک عالم دین سے بھی رجوع کیا کہ آیا یہ عمل درست ہے؟ مگر انھوں نے کہا کہ چاروں ائمہ کرام میں سے کسی کا مسلک اس طرح قرآن کا ترجمہ دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگرچہ وہ میری کسی بھی بات کا منطقی جواب نہ دے سکے، تاہم میں کنفیوژن کا شکار ہوگیا کہ یہ بدعت ہے یا کوئی شرعی اقدام ہے۔ میں ان احکامات سے بھی آگاہ ہوں جن کے تحت نماز عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ادا نہیں ہوسکتی اور قرآن کی قراءت کے اہتمام کی تاکید کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ نماز میں اس کی اجازت نہیں لیکن نمازِ تراویح میں متن و ترجمۂ قرآن دیکھنے سے خشوع و خضوع کی جو کیفیت ہوتی ہے اور فہمِ قرآن کا جو موقع میسر آتا ہے وہ اس کے بغیر ممکن نہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: صلوٰۃِ تراویح کے دوران قرآن کریم کے ترجمہ یا قرآن کریم کے متن کے

پڑھنے کے بارے میں آپ نے جس تشویش کا اظہار کیا ہے وہ بہت قابلِ قدر ہے۔ جب تک ہم اپنے اعمال کا احتساب کرتے رہیں گے ان شاءاللہ صراطِ مستقیم سے دُور نہیں جائیں گے۔

اس مسئلے کو نہ تو اس بنا پر حل کیا جا سکتا ہے کہ بعض خطوں یا بعض ممالک کے ماننے والے کیا کرتے ہیں نہ اس کی بنیاد یہ ہو سکتی ہے کہ عربی دان حضرات کسی عمل کو کس طرح کرتے ہیں۔ پانچوں معروف اور دیگر غیر معروف فقہی مسالک کے بانی ائمہ عربی داں ہی تھے۔ وہ امام شافعیؒ ہوں یا امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام جعفرؒ یا امام احمد بن حنبلؒ ان میں سے کسی نے بھی قرآن وحدیث کے ترجمے کی مدد سے دین کو نہیں سمجھا تھا۔ اس کے باوجود ان کی بعض تعبیرات وتشریحات اپنے ہم پلہ علما سے مختلف تھیں اور آج ان کے پیروکار اسی بنا پر ایک سے زائد تعبیرات پر عمل کرتے ہیں۔

آپ کے سوال میں بنیادی فکر یہ نظر آتی ہے کہ اگر محض قرآنی تلاوت سنی جائے تو غیر عربی داں کے لیے ذہن کے بھٹکنے کے امکانات زیادہ ہیں' جب کہ نماز میں قرآن کریم کو سننے کے ساتھ اس کے معانی پر غور کرنا صحیح معنی میں ایک شخص کو نماز کی حلاوت وخشیت سے زیادہ قریب کر سکتا ہے۔ گویا یہ رائے قائم کرتے وقت ہم یہ تصور کر رہے ہیں کہ ہر وہ شخص جو عربی زبان سے آگاہ ہوگا وہ شیطان کے ذہن کو بھٹکانے کی حکمتِ عملی کا شکار نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں یہ مفروضہ درست نہیں ہے۔ عربی زبان سے واقف بے شمار افراد قرآن کی تلاوت سننے کے باوجود اس کے مفہوم سے غیر آگاہ رہ سکتے ہیں اور بہت سے افراد عربی زبان کے کماحقہ واقفیت کے بغیر بھی قرآن کریم کی آیات کی تلاوت سن کر خشیت کی کیفیت سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔

بلاشبہہ قرآن کریم تقریباً ہر صفحے پر بار بار اپنے پڑھنے اور سننے والوں کو غور وفکر' توجہ' تفقہ اور تدبر پر اُبھارتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ایک شخص قرآن کریم کے معانی ومفہوم سے آگاہ ہو۔ آپ کا تراویح کے لیے جانے سے قبل' تفہیم القرآن یا کسی اور تفسیر یا ترجمہ قرآن کا مطالعہ کرنا ایک انتہائی مطلوب و مستحسن فعل ہے۔ جو حضرات براہِ راست قرآن کے معانی کو نہ سمجھ سکتے ہوں ان کے لیے ہی نہیں' بلکہ جو سمجھتے بھی ہوں ان کے لیے بھی' تراویح میں شرکت سے قبل متعلقہ اجزا کا مطالعہ پیشگی کر لینا بے حد فائدہ مند ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تراویح کے دوران یا پنج وقتہ نماز کے دوران جو حصہ تلاوت کیا جا رہا

ہے اس سے مکمل طور پر آگاہ ہونے اور توجہ کو مرکوز رکھنے کے لیے ترجمہ کا ساتھ ساتھ پڑھنا کہاں تک قرآن وحدیث کی تعلیمات سے قریب ہے۔ اس سلسلے میں اصل بات تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے اپنے بارے میں جہاں یہ بات کہی ہے کہ وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الاعراف ۷:۲۰۴)، یعنی جب قرآن تمھارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر رحمت ہو جائے۔ وہاں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ خاموش رہنے اور سننے کے ہیں، پڑھنے کے نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ چاہتے کہ لوگ تلاوت سننے کے ساتھ ساتھ کتابِ عزیز کا مطالعہ بھی کرتے رہیں تو اس کی طرف اشارہ کرنے میں کوئی تکلف نہ کیا جاتا۔ اب قرآن تو یہ کہے کہ مجھے سنو اور خاموش رہو اور میرا دل یہ چاہے کہ میں سنتے وقت پڑھتا رہوں، تو کیا جو دل چاہتا ہے وہی قرآن کا مدعا بھی ہے؟

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خاموش رہنے میں خود بخود تفہیم کا پہلو یعنی سمجھنے کا عمل توجہ اور یکسوئی شامل ہیں اور سننے کے عمل میں کانوں کا استعمال واضح ہے، جب کہ ان دو اعمال کے ساتھ تیسرا عمل، یعنی بصارت کا استعمال غیرضروری اور اضافی ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ نہیں کیا ہے۔

اس اصولی اور قرآن کے حوالے سے وضاحت کے بعد دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یا دورِ خلافتِ راشدہؓ یا تابعین و تبع تابعین کے زمانے میں اُمتِ مسلمہ میں تمام مسلمان صرف وہ تھے جو براہِ راست قرآن کو سمجھتے تھے یا ایسے بھی تھے جن کی مقامی زبان عربی نہیں تھی۔ ان حضرات نے ۱۵۰۰ سال میں کیا طریقہ اختیار کیا اور کیا ان میں سے کسی کو شیطان نے وسوسے میں ڈال کر ذہنی طور پر بھٹکانے کی کوشش نہیں کی۔

بالکل واضح بات ہے کہ شیطان کوئی جز وقتی کارکن نہیں ہے کہ ویک اینڈ پر چھے سات گھنٹے کے لیے لوگوں کو ورغلا کر خود کو خوش کرلے کہ میں نے اپنا فریضۂ اقامتِ منکر ادا کر دیا۔ وہ تو ہمہ وقتی کارکن ہے اور ہر دور میں ہر نمازی اس کا پہلا ہدف ہے۔ وہ نہ صرف غیرعربی خواں بلکہ قرآن وحدیث کے عالم مفسر و فقیہہ کو بھی نہیں بخشتا بلکہ جو لوگ کتاب وسنت کا زیادہ گہرا علم رکھتے ہوں ان کی تاک میں زیادہ رہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر کے وہ ایسے ہزاروں افراد کو گمراہ کرسکتا ہے جو شاید اس کی بات نہ

سنیں لیکن ایک عالم ومفسر کے ایک قول کو معتبر مان کر فوراً قبول کرلیں۔

اس لیے توجہ کا ہٹنا، دل و دماغ میں وساوس کا آنا دو باتوں کی غمازی کرتا ہے۔ ایک یہ کہ شیطان ایک اللہ کے بندے کے اچھے عمل سے، وہ نماز ہو یا کوئی اور عبادت، اتنا پریشان ہے کہ اس کی عبادت میں خلل ڈال کر اس کے اجر کو ضائع کرانا چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ انسان خود اپنی پاسبانی نہیں کرسکتا چنانچہ اس کا حل یہ بتایا گیا کہ حالتِ نماز ہو یا کوئی اور حالت، فوری طور پر دل میں یا زبان سے ایک بندہ خود کو شیطان کے دائرہ اثر سے نکال کر تعوذ کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ گویا توجہ کی کنجی، محض ترجمہ کا پڑھنا نہیں بلکہ شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے میں ہے۔

جہاں تک سوال توجہ اور مفہوم سمجھ کر اپنے آپ کو محظوظ کرنے کا ہے تو اگر واقعی ترجمے کا کوئی تعلّق توجہ یا استحضار سے ہے تو پھر اسے تراویح تک کیوں محدود کیا جائے۔ پھر تو یہی 'حل' تمام نمازوں میں بھی ہونا چاہیے۔ مختصر یہ کہ تراویح سے قبل مطالعہ کرنے کے بعد اگر توجہ اور خاموشی سے امام کی قراءت کو سنا جائے تو یہ عمل سنت اور قرآن سے زیادہ مناسبت رکھے گا اور ایک ایسے کام کا کرنا جو عبادت کا حصہ نہیں ہے بدعت ہی کہا جائے گا۔

البتہ کسی ایسے مقام پر جہاں کوئی حافظِ قرآن نہیں ہے، تراویح میں کسی ایسے امام کا امامت کرنا جسے مکمل قرآن یاد نہیں ہے وہ جتنا قرآن اس کے حافظے میں محفوظ ہے اس کی تلاوت کرکے تراویح پڑھا سکتا ہے۔ جہاں یہ بھی ممکن نہیں ہے وقتی طور پر صرف اس وقت تک کے لیے کہ جب کوئی حافظِ قرآن مل جائے، امام دیکھ کر تلاوت کرے تو مجبوری کی بنا پر ایسا کرنا ایک اضطراری عمل ہوگا۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

ترجمان القرآن، جنوری-دسمبر ۲۰۰۵ء کا اشاریہ دستیاب ہے۔ خواہش مند قارئین ایک خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔ ادارہ

کتاب نما

شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب، محمود احمد برکاتی۔ ناشر: ادارہ یادگار غالب' دوسری چورنگی' ناظم آباد نمبر ۲' کراچی ۷۴۶۰۰۔ صفحات: ۲۱۴۔ قیمت: ۱۷۵ روپے۔

اس کتاب کے مصنف حکیم محمود احمد برکاتی' بقول معین الدین عقیل: 'اس کتاب کے موضوع پر ایک استناد کا درجہ رکھتے ہیں' ۔کئی سال پہلے ان کی ایک فاضلانہ تصنیف شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان شائع ہوئی تھی۔کم و بیش اسی موضوع پر حکیم صاحب نے اپنے نئے پرانے مضامین یکجا کر دیے ہیں۔ پرانے مضامین ترمیم و تصحیح اور اضافے کے بعد شامل کیے گئے ہیں۔

ابتدا میں شاہ ولی اللہ کا حیات نامہ (سنینِ حیات)' شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے سلسلے میں چند مآخذ (کی فہرست)' شاہ صاحب کی ۵۳ تصانیف و تالیفات اور پھر ان کے تلامذہ و مسترشدین کے نام دیے گئے ہیں۔

'شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات' میں وہ بتاتے ہیں کہ شاہ صاحب کی وفات کے ۴۰ سال بعد ہی ان کی کتابوں میں ترمیم و تحریف و اضافے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اس طرح ان کے بیٹوں کی تصانیف بھی تحریف اور غلط انتساب کا ہدف بنیں۔ اس مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشاہیر کی تحریروں کو الحاقات و اغلاط سے پاک رکھنا اور ان کے متن کی حفاظت کرنا کس قدر ضروری ہے۔

'تحریک ولی اللہی: کیا وہ کامیاب رہی؟' ایک اور اہم تحقیقی و تجزیاتی مضمون ہے۔انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شاہ صاحب کی تحریک قبولِ عام حاصل نہیں کر سکی کیونکہ ان کے اخلاف و تلامذہ میں سے کوئی بھی ان کا پورا پورا ہم زبان اور ہم نوا نہیں (حتیٰ کہ شاہ عبدالعزیز بھی نہیں) ۔ پھر شاہ صاحب احناف کے اصولِ فقہ کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا اندازِ فکر غیر جانب دارانہ اور

'غیر فرقہ وارانہ، غیر مقلدانہ اور مجتہدانہ تھا۔ اسی طرح وہ توافق و تطبیق کے قائل تھے۔ برکاتی صاحب کہتے ہیں: سوأن جیسے اعتدال پسند' تطبیق کوش اور خودفکرِ عالم کی تحریک ہم جیسے' عہد زوال کی تمام خصوصیات سے بہرہ ور' انتہا پسندوں میں کس طرح رسوخ ورواج پاسکتی تھی۔

حکیم محمود احمد برکاتی کے بقول: 'شاہ صاحب کی تالیفات کی طرف جب ان کے حلقے کے علما نے توجہ نہیں کی تو بدیگراں چہ رسد۔ دیو بند جیسے ولی اللّٰہی مدرسے میں شاہ صاحب کی کوئی کتاب داخل نہیں کی گئی تو دوسرے مدارس کا کیا تذکرہ؟' (ص ۸۷)۔ 'مدرسہ رحیمیہ' اور 'مدرسہ رحیمیہ کا نصاب تعلیم' بھی عمدہ تحقیقی مضامین ہیں۔ اسی طرح شاہ صاحب کے ابنا و اخلاف کے حالات بھی نہایت کاوش و تدقیق سے مرتب کیے گئے ہیں۔ اپنے موضوع پر عالمانہ تحقیق کا یہ ایک بلند پایہ نمونہ ہے جس سے حضرت شاہ ولیؒ اللہ کی شخصیت' ان کی تصانیف اور ان کے اصحاب کے بارے میں بہت سی نئی باتوں کا پتا چلتا ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

ابن خلدون: حیات و خدمات، ترجمہ: تور اکینہ قاضی۔ ناشر: ادارہ مطبوعات سلیمانی' غزنی سٹریٹ' اُردو بازار' لاہور۔ صفحات: ۱۷۵۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

تاریخ سے مسلمانوں کی دل چسپی ہمیشہ گہری رہی ہے' کیوں کہ ہدایت و گمراہی کے حوالے سے قرآن مجید بار بار اقوامِ ماضی کا ذکر کرتا ہے۔ مسلم مؤرخین میں ابن خلدون یوں ممتاز ہیں کہ انھوں نے ماضی کے احوال اور اقوام کی سرگزشت ہی کو اپنی تاریخ کا موضوع نہیں بنایا' بلکہ مختلف قوموں کے طبائع' عادات اور خصوصیات سے متعلق بھی دل چسپ معلومات فراہم کی ہیں۔

زیرنظر کتاب محمد عبداللہ عنان کی عربی زبان کی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ مصنف نے ابن خلدون کی سوانح بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ ابن خلدون موجودہ تیونس میں پیدا ہوئے اور شمالی افریقہ کی ریاستوں میں مختلف عہدوں پر فائز ہوتے ہوئے اندلس پہنچے۔ شرقِ اوسط اور مصر کے نہ صرف سفر کیے بلکہ وہاں بھی بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ جوڑ توڑ کی سیاست میں انہماک کے ساتھ وسیع پیمانے پر تصنیف و تالیف میں ان کی مشغولیت حیرت انگیز ہے' کیوں کہ اسی وقیع کام کی بنیاد پر انھیں بقاے دوام حاصل ہوا۔

عام مؤرخین کے برعکس انھوں نے سیاسی اور غیر سیاسی اداروں کی تشکیل، ان کے ارتقا، اقتصاد، رسوم و رواج، صنعت و حرفت، علوم و فنون، قبائل اور ان کے آداب و اطوار سے متعلق اپنے مشاہدات پر مبنی وسیع معلومات کا ذخیرہ سات جلدوں میں مہیا کیا۔ لیکن ان کی اصل شہرت اور بقاے دوام اس 'مقدمۂ تاریخ' کی بنا پر ہے، جس میں وہ تاریخ کی حرکیات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس فلسفۂ تاریخ میں انھوں نے سیاسی قوتوں اور اقوام کے عروج و زوال کی وجوہ، ان کے کردار کو تشکیل دینے اور متعین کرنے والے عوامل اور عمرانیات کے بنیادی اصول و قوانین سے بحث کی ہے۔ یہ وہ میدان ہے، جس میں وہ ہیگل، مارکس، اسپنگلر اور ٹوائن بی کے پیش رو نظر آتے ہیں۔ البتہ ابن خلدون کے اسی اصل کارنامے کے بارے میں اس کتاب میں تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ کتابیات میں مصنف عنان نے جرمن اور فرانسیسی مصادر کی تفصیلی فہرست دی ہے، مگر انگریزی میں ابن خلدون سے متعلق جو وسیع ذخیرۂ معلومات ہے اس سے آگاہی نہیں ہوتی۔ تاہم، اُردو کے قارئین کے لیے ابن خلدون کی سوانح پر یہ ایک مفید معلوماتی کتاب ہے۔ (پروفیسر عبدالقدیر سلیم)

اسلام کا تصورِ عیدین، ڈاکٹر محمد مسعود عالم قاسمی۔ ناشر: فاران اکیڈمی، اسٹریٹ نمبر۲، اقراء کالونی، علی گڑھ ۲۰۰۲ء، بھارت۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: درج نہیں۔

اسلام میں ہفتہ وار (جمعۃ المبارک) اور سالانہ (عیدین) تہوار بھی دراصل عبادات کی ایک اجتماعی شکل اور تذکیر کی ایک بازآید (بار بار آنے والی) صورت ہے۔ عید کا ایک لفظی مطلب بار بار لوٹ کر آنے والا دن بھی ہے۔ چنانچہ خطبۂ جمعہ اور خطبات عیدین بھی حالاتِ حاضرہ اور مقامی ثقافتی پس منظر میں عام مسلمانوں کی توجہ عصری مسائل اور سماجی برائیوں کی طرف دلانے کا ایک مناسب موقع ہوسکتا ہے۔

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ناظم دینیات ڈاکٹر محمد مسعود عالم قاسمی کے ۱۹ خطبات عید پر مشتمل یہ کتاب عیدین کے فلسفے کے کئی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ ہر خطبہ خواہ وہ عیدالفطر کا یا عیدالاضحیٰ کا، ایک اچھوتے موضوع پر محیط ہے۔

یہ خطبات بہت متنوع، برعظیم کی مسلم ثقافت کے لحاظ سے برمحل علمی اضافہ بھی ہیں اور ایک

عام قاری کے لیے بہت اثرانگیز بھی۔ ان میں حالاتِ حاضرہ کے متعلق خوب صورت اور بلیغ اشارے اس انداز سے موجود ہیں کہ خطبہ، خطبہ ہی رہا ہے اور سیاسی تقریر سے بہت خوب صورتی سے پہلو بھی بچایا گیا ہے۔ مسلمانوں کی عام سماجی زندگی، اُن کی اقدار، تشخص، اسلام کا تصورِ اخوت واجتماعیت، خوشی اور غم کا تصور اور عیدین کا پیغام انقلاب ان سب کے متعلق علمی حوالوں سے بات کی گئی ہے۔ غالب رنگ خطیبانہ ہے لیکن عیدین کے روحانی، سماجی اور اجتماعی پہلوؤں پر عام ڈگر سے ہٹ کر نئے اور مصدقہ لوازمے کی شمولیت نے اسے عیدین پر ایک اچھی حوالے کی کتاب بھی بنا دیا ہے۔ اس کتاب کو خطیب حضرات کے نصابِ تربیت کا حصّہ ہونا چاہیے۔ (احمد جمیل تُرک)

مجلّہ **مغرب اور اسلام**، مدیر: ڈاکٹر انیس احمد، معاون مدیر: سید راشد بخاری۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۱۴۷، قیمت: ۱۲۰ روپے۔

آج کا مغرب محض ایک جغرافیائی وجود کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کے دامن میں مشرق کے ہنود اور مسلم دنیا کی صفوں میں موجود مغرب کے ذہنی غلاموں کی بڑی وافر کھیپ بھی شامل ہے۔ سیاسی، مادی، ابلاغی اور افرادی قوت پر مشتمل ایک فوج بدمست ہاتھی کی طرح عدل، راستی، انسانیت اور انصاف کے پیمانوں کو توڑتی پھوڑتی نظر آتی ہے۔ مجلّہ مغرب اور اسلام میں اسی یلغار کے مختلف پہلو (formations) پیش کیے جاتے ہیں۔ اس اشاعت خاص کا موضوع: 'انتہا پسندی، دہشت گردی اور جہاد' ہے۔

ڈاکٹر انیس احمد نے اپنے ادارتی مضمون 'اندیشۂ جہاد' میں جہاد کے حوالے سے مغرب کے خدشات اور بہت سارے بنیادی سوالات کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ مسئلے کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے۔ اس مضمون کے اختتام پر وہ لکھتے ہیں: 'قرآن کریم کا جہاد کے بارے میں غیرمعذرت پسندانہ، شفاف، عقلی اور مصلحانہ تصور ہی انسانیت کو فلاح، امن، تحفظ، نجات، عدل وانصاف اور حقوق انسانی کے احترام سے روشناس کرا سکتا ہے'۔ (ص ۱۳)

اس اشاعت خاص میں شامل چھے مضامین یہ ہیں: ○ انتہا پسند اسلام کا شجرۂ نسب' از کوینٹان وکٹروز ○ جہاد کیا ہے؟' از مارک گولڈ ○ دہشت گردی کا مقابلہ کیسے کریں؟' از ڈینیل

بایمان ○ امریکی حکمت عملی: تبدیلی کے عمل میں پاکستان کی مدد، از آشلے جے ٹلس ○ اسلام کی اندرونی صدائیں، از باہمان بختیاری، آگسٹن رچرڈ نارٹن ○ آج کا استعمار، از روجروان زوان برگ ___ ان مضامین میں مغربی یا سیکولر سوچ کے تیور، استدلال کے آہنگ اور حقائق و معارف کو توڑ موڑ کر اپنی من پسند تصویر میں ڈھالنے کے بہت سے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ مضامین آج کی مسلم دنیا، اُمت مسلمہ اور اسلامی تحریکوں، بالخصوص سید مودودی، سید قطب، اخوان المسلمون اور مسلم حریت پسند مجاہدین کے خلاف چارج شیٹ ہیں۔ جس میں الزام لگانے، تحقیق کی تہمت کا بوجھ اٹھانے اور سزا کا فیصلہ کرنے کا اختیار ایک ہی مرکز میں مرتکز ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس اتہامی و الزامی لٹریچر کی تکلیف دہ تصویروں کو بیک جنبش مسترد ہی کردیا جائے، بلکہ ان پر غور کرنا ایک مفید مشق ہوگی۔ جس سے دشمن کے تیور اور تحریر کے بین السطور میں چھپے گوشے، غور وفکر کی بعض راہیں بھی دکھا سکتے ہیں۔

آخری مضمون: 'مغرب اور اسلام: تہذیبوں کا تصادم' ڈاکٹر عبدالقدیر سلیم کے ایک تجزیے پر مشتمل ہے، جس میں انھوں نے ڈاکٹر مراد ہوف مین کے خیالات پر نقد کیا ہے۔ مجلّے کی مجلس ادارت کو مبارک باد پیش کی جانی چاہیے کہ اس نے مغرب کی سوچ کو کسی کم و کاست کے بغیر، اُردو خواں طبقے کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس طرح کا مجلّہ ہر مجلس تحقیق اور ہر تحقیق کار کی ضرورت ہے۔ (سلیم منصور خالد)

حدیث کی اہمیّت اور ضرورت، خلیل الرحمٰن چشتی۔ ناشر: الفوز اکیڈمی، گلی ۱۵، پولیس فاؤنڈیشن، ۴/۱۱-ای، اسلام آباد۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔

زیرتبصرہ کتاب فاضل مصنف کے ان نو لیکچرز کے ابتدائی دو لیکچرز پر مشتمل ہے جو انھوں نے الفوز اکیڈمی کے زیراہتمام معرفت علمِ حدیث کے سلسلے میں دیے تھے۔ ان کا بنیادی مقصد تعلیم یافتہ افراد کو انتہائی سائنٹی فک طریقے سے نہایت سہل اور آسان انداز میں دین و شریعت کے اہم مآخذ سے متعارف کرانا ہے۔ اس مقصد کے حصول میں چشتی صاحب کامیاب نظر آتے ہیں۔

اس کتاب میں انفرادی اور اجتماعی سنتیں، سنت کا قانونی اور آئینی مقام، مختصر تاریخ روایت

حدیث، قرآن وسنت کا باہمی تعلق، علم حدیث کی بنیادی اصطلاحات اور آخر میں منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ قرآن اور سنت (حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انھیں ایک دوسرے سے جدا اور الگ نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی۔ قرآن مجید کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے سنت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس ضرورت کو یہ کتاب احسن طریقے سے پورا کرتی ہے۔ توقع ہے کہ یہ کتاب جدید تعلیم یافتہ طبقے میں صحیح اور مستند احادیث پر اعتماد بحال کرنے، موضوع اور خودساختہ احادیث سے بچنے میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ارشادات پر بلاتردد ایمان لانے میں ممدومعاون ثابت ہوگی۔ اعراب اور الفاظ کی غلطیوں پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود کتاب علمِ حدیث کا خزینہ ہے۔ (عبدالوکیل علوی)

اسلام کا سیاسی نظام، پروفیسر چودھری غلام رسول چیمہ۔ علم وعرفان پبلشرز، ۳۴- اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۵۱۸۔ قیمت: (مجلد) ۲۵۰ روپے۔

مصنف نے اس کتاب میں اسلام کے سیاسی نظام کا تعارفی اور تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ ۱۹۷۵ء کے بعد یہ ترمیم شدہ ایڈیشن ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا ہے۔ کل ۱۰ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں اہم ترین موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ آٹھویں باب میں کمیونزم، سوشلزم، سرمایہ داری، سامراجیت، فسطائیت، نازیت کے اثرات، نقائص اور حقائق کو مختصراً پیش کر کے قارئین کو بہترین معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ساتویں باب میں دورِ حاضر کے سب سے زیادہ زیر بحث موضوع جہاد کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ مصنف نے واضح کیا ہے کہ دہشت گردی اور جہاد دو مختلف اور متضاد چیزیں ہیں اور کہا ہے کہ مستشرقین کا یہ تصور کہ "کلمہ پڑھو ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے" بہت ہی گمراہ کن اور اسلامی تعلیم کے منافی تھا۔ لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ دہشت گردی کی کوئی متفقہ تعریف سامنے نہیں آئی۔

اسلام اور مغرب کے سیاسی نظام پر بحث تشنہ ہے، جب کہ یہی نکتہ آج سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ امید ہے کہ مصنف اس کمی کو اگلے ایڈیشن میں پورا کر دیں گے۔ آخری باب میں مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کا خوب صورت، مختصر اور جامع خلاصہ موجود ہے جس میں

مسلمانوں کو مایوسی کے بجاے روشن مستقبل کی امید دلائی گئی ہے۔ اگرچہ پروف خوانی توجہ طلب ہے، تاہم پیش کش عمدہ ہے۔ حوالہ جات کا مناسب اہتمام کتاب کی اہمیت میں اضافے کا باعث ہوتا ہے جس کا خیال رکھا گیا ہے۔ (محمد الیاس انصاری)

مثالی استاد، تالیف: محمد حنیف عبدالمجید۔ ناشر: بیت العلم ٹرسٹ، ST-9E، بلاک نمبر۸، گلشن اقبال، کراچی۔ صفحات: ۳۸۶۔ قیمت: ندارد۔

اسلام نے جس قدر تعلیم و تعلم پر زور دیا ہے اس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں ملتی ہے اور نہ کسی دوسری تہذیب میں۔ اکبرالٰہ آبادی نے کہا تھا ؎

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں   آدمی آدمی بناتے ہیں

استاد کی حیثیت کورس اور نصابات سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ نبی کریمؐ کی بعثت اور آپؐ کا اس پیغامِ ربانی کو پہنچانے کا انداز استاد کی کامل اور اکمل ترین صورت ہے۔ زیرنظر کتاب میں مثالی استاد کی خوبیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ استاد کی شخصیت، اس کے علم، تجربہ، اخلاق اور انداز نشست و برخاست، غرض ہر چیز میں طلبہ کے لیے عملی نمونہ ہونا چاہیے۔ جس سادہ انداز میں اس کتاب میں قرآن و حدیث اور اکابرین اُمت کی زندگی سے مثالیں دی گئی ہیں وہ نہ صرف قابلِ قدر ہیں بلکہ زندگیوں کے دھارے کو موڑنے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کتاب معاشرے کو سنوارنے اور اس میں تعمیری سوچ کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف طلبہ و اساتذہ کے لیے مفید ہے بلکہ عام آدمی بھی اس سے علم و حکمت کے بیش قیمت جواہر ریزے اکٹھے کرسکتا ہے اور انھیں اپنی زندگی میں اپنا کر مثالی انسان بن سکتا ہے۔ (محمد ایوب لِلّٰہ)

تعارف کتب

☆ **بلاعنوان**، محمد سعد۔ ناشر: بیت العلم ٹرسٹ، ST-9E، بلاک نمبر۸، گلشن اقبال، کراچی۔ صفحات: ۱۷۱۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ [نونہالانِ اُمت کی تربیت کے لیے مصنف کی دل چسپ اصلاحی کہانیوں کے سلسلے کا یہ پانچواں حصہ

ہے۔ کہانی ہی کہانی میں بچوں کو اسلامی اخلاق و تعلیمات اور معاشرتی رویے سکھانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ عنوان کی مناسبت سے کہانیوں کے علاوہ دیگر دل چسپ معلومات اور متفرق تحریروں کو جمع کیا گیا ہے۔ ٹرسٹ اس سے قبل چار کتب: کہانی کہانی میں، علم و عمل، پڑھتے پڑھتے اور سنو سناؤ کے نام سے شائع کر چکا ہے۔ بیت العلم ٹرسٹ کی یہ کاوش اچھی پیش رفت ہے۔ عمدہ پیش کش۔]

☆ **وراثت کی تقسیم**، کیا، کیوں اور کیسے؟، تحقیق و تصنیف: ویمن ایڈ ٹرسٹ پاکستان، مکان ۳۶، گلی ۲، ۳/۱۰-۳- جی، اسلام آباد۔ صفحات: ۴۳۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ [ویمن ایڈ ٹرسٹ نے عام فہم اور سادہ الفاظ میں وراثت کی تفصیل پر مبنی کتاب پیش کر کے ایک حقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ کتاب میں سوال و جواب کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ خواتین کے حقِ وراثت کو خصوصی طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ جدید مسائل اور بعض اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔]

☆ **نکاح کی کتاب**، علامہ ناصر الدین البانی، تالیف و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری۔ ملنے کا پتا: نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۳۴۸۔ قیمت: ۳۴۸ روپے۔ [حکمت نکاح، ضرورتِ نکاح، اہمیّت نکاح، ترغیب نکاح، فوائد نکاح، احکامِ نکاح، فضائلِ نکاح، وقتِ نکاح، ارکانِ نکاح، شرائط نکاح، عقدِ نکاح، اعلانِ نکاح، باطل نکاح، حق مہر، غرض نکاح سے متعلق تمام موضوعات پر مستند معلومات کا مرقع۔]

مدیر کے نام

مولانا ایاز احمد حقانی ' پشاور

'زلزلے کے بعد......!' (دسمبر ۲۰۰۵ء) محترم قاضی حسین احمد کی دردِ دل سے لکھی ہوئی تحریر ہے۔ 'زلزلے کے بعد بحالی اور جماعتِ اسلامی' سے ملک بھر میں جاری بحالی کے کام کا بخوبی اندازہ ہوا۔ 'حکمت مصائب' وقت کی ضرورت ہے مگر مصیبت کی اس گھڑی میں بھی بعض عاقبت نا اندیش غفلت کا شکار ہیں اور عبرت نہیں پکڑ رہے۔ ضرورت اجتماعی توبہ' منکرات کو دبانے اور معروف اور خیر کو غالب کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کی ہے۔

احمد علی محمودی ' حاصل پور

'زلزلے کے بعد......!' (دسمبر ۲۰۰۵ء) جہاں جماعت اسلامی کی برادر تنظیموں اور دوسری دینی جماعتوں کی کارکردگی کا خوب صورت پیرائے میں بیان ہے' وہاں اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے کہ کس طرح حکومتی میڈیا کو دینی جماعتوں کی خدمات کو نظرانداز کر کے حقائق کو چھپانے اور خلافِ حقیقت تصویر سامنے لانے کے لیے استعمال کیا گیا۔

اعجاز علی ندیم ' لاہور

'قیادت کا معیارِ مطلوب' (دسمبر ۲۰۰۵ء) پڑھا' بار بار پڑھا۔ مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے اقتباسات اور مصنف کے تبصرے سے اندازہ ہوا کہ تحریکِ اسلامی میں قیادت کا حقیقی معیار اور تقاضے کیا ہیں۔

دانش یار ' لاہور

ترجمان القرآن میں پروف کی اغلاط وہ بھی ایک نہیں' کئی کئی دیکھ کر دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ غیروں کے رسالوں میں ایک بھی غلطی برسوں میں نہیں دیکھی۔ ایسا کیوں ہے؟

دسمبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں پروف کی اغلاط اور درست املا ملاحظہ کیجیے: لڑلے/لڑکے (ص ۱۴)' جو چپ رہے گی زبانِ خنجر...... مصرے کو شعر کی طرح لکھا گیا (ص ۲۳)' مستعبد/مستبد (ص ۵۲)' رجعت قہقری/رجعت قہقریٰ (ص ۵۹)' اشعار غلط لکھے گئے: نگہہ/نگہ (ص ۶۴)' کہ میرِ کارواں....../کہ امیر کارواں (ص ۶۴)' Diary/Dairy (ص ۶۶)' مگس بانی (شہید)/شہد (ص ۸۴)' الیگزندر سولزنٹین/ الیگزنڈر سولزنٹسین (ص ۸۷)' week/weak (ص ۸۸)' بدلہ/بدلا (ص ۱۰۰)' نظریئے/نظریے (ص ۱۰۰)' سینٹر/سنٹر (ص ۱۰۲)' صفحات: ۵۴/۵۴۰ (ص ۱۰۶)۔

طارق محمود زبیری 'لاہور

'زلزلے کے بعد بحالی اور جماعت اسلامی' (دسمبر ۲۰۰۵ء) میں جمعیت طلبہ عربیہ کا تذکرہ تشنہ رہا۔ جمعیت نے الخدمت فاؤنڈیشن کے تحت کام کا آغاز کیا' افرادی قوت مہیا کی' جب کہ مانسہرہ کو مرکزی کیمپ بنایا۔ متاثرہ اضلاع میں بحالی و دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ آزاد کشمیر کے متاثرہ علاقوں میں پانچ مساجد اور ان سے ملحق مدارس قائم کیے۔ سیکڑوں بچوں کی کفالت کی جارہی ہے۔ مجموعی طور پر ۱۰ مدارس میں حفظ و ناظرہ کا اہتمام کیا گیا' جہاں پر ۶۵۰ بچے قرآن کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ بڑی تعداد میں طلبہ کو مدارس میں داخلہ دلوایا گیا۔ تعمیر مساجد منصوبے پر بھی کام کا آغاز ہو چکا ہے۔

محمد یعقوب ربانی 'صادق آباد

مولانا مودودیؒ کا مضمون 'علامہ اقبالؒ کا اصل کارنامہ' (نومبر ۲۰۰۵ء) نظر سے گزرا۔ بلاشبہہ ہزاروں مضامین پر بھاری ہے۔

عبدالمجید شیخ 'حیدرآباد

'رسائل و مسائل' کے تحت 'اسلامی نظام معاشرت کے بعض اہم بنیادی مسائل' (نومبر ۲۰۰۵ء) اور 'مشترکہ خاندانی نظام: چند عملی مسائل' (دسمبر ۲۰۰۵ء) میں حقیقی خاندانی مسائل پر اسلامی نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ ضرورت اپنا جائزہ لینے اور اپنے رویوں میں اصلاح کی ہے۔

محمد یعقوب علی زئی 'ہری پور

'رسائل و مسائل' (نومبر ۲۰۰۵ء) میں ایک محترم بہن نے جو کسی گورنمنٹ کالج میں ملازم ہیں نہایت اہم معاملے کی طرف توجہ دلوائی ہے۔ ان اداروں کی جائز ضروریات کے لیے وسائل مہیا کرنا حکومت کا اولین فرض ہے۔ تعلیمی اداروں میں خصوصاً طالبات کے اور مخلوط تعلیمی اداروں میں مختلف حیلوں بہانوں سے غیر اسلامی تقریبات کا انعقاد ایک بڑا مسئلہ بنتا جارہا ہے۔ 'روشن خیالی' اور 'اعتدال پسندی' کی گردان اور مسلسل ترغیب قوم کو گمراہی کی طرف لے جارہی ہے۔ حال ہی میں آنے والے زلزلے کی تباہ کاریوں سے اگر ہم یہی سبق سیکھ کر اپنی اصلاح کرلیں تو یہ خوش قسمتی ہوگی۔

امیرالدین مہر 'کراچی

ابوالامتیاز ع س مسلم کی کتاب لمحہ بہ لمحہ پر جناب رفیع الدین ہاشمی کا تبصرہ (نومبر ۲۰۰۵ء) پڑھا۔ اس تبصرے کے آخر میں لکھا گیا ہے: 'ترقی پزیر اور تنزل پزیر' جیسی تراکیب میں پذیر کی جگہ پزیر لکھا گیا ہے۔ یہ لفظ ذال (ذ) سے ہونا چاہیے نہ کہ زے (ز) سے (ص ۱۰۴)۔

میں نے گذشتہ ایک سال سے صرف ذال (ذ) پر تھوڑا سا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ذ حرف اُردو' فارسی

اور ہندی کا ہے ہی نہیں۔ یہ حرف صرف عربی زبان کا ہے۔ چنانچہ فوری طور پر دستیاب اُردو لغات میں سے نسیم اللغات دیکھا تو اس میں ذ سے بننے والے کل کلمات ۳۴ ہیں اور یہ سب کے سب عربی زبان سے ماخوذ ہیں۔ اس طرح میرے سامنے ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی سندھی لغات پانچ ضخیم جلدوں میں موجود ہے' اس میں ذ سے مرکب اتنے ہیں یا اس سے قدرے زیادہ اور سب عربی سے آمدہ ہیں۔

جو اہلِ علم گزشتہ' پزیر' گزرگاہ اور گزرا ہوا وغیرہ کلمات ذ سے لکھنے کا کہتے ہیں' انھیں ان کلمات کا اصل اور ان کی اصل اور ان کی اصلی زبان جس سے یہ نکلے ہیں وہ دیکھنی چاہیے اور وہ فارسی ہے جس میں ذال (ذ) کا حرف ہی نہیں ہے جس کے یہ کلمات' جیسے گزشتن' گزاشتن وغیرہ ہیں۔ اگرچہ یہ رسم الخط اتنا عام ہوگیا ہے اور رواج پا گیا ہے کہ شاید اس سے رجوع نہ کیا جاسکے' تاہم صحیح رسم الخط کو تسلیم کرنا تو چاہیے' محترم ابوالامتیاز ع س مسلم کو داد دینا چاہیے کہ انھوں نے ایک صحیح تلفظ اور رسم الخط کو باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔

تلمیذ ایس برنی ' کراچی

ترجمان القرآن ماہ دسمبر ۲۰۰۵ء پڑھنا شروع کیا تو ختم کیے بغیر رکھنے کو جی نہ چاہا۔ 'زلزلے کے بعد'، 'حکمت الٰہی' اور دیگر مضامین بلاشبہہ آپ کی محنت و کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اختتام پر یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ ایک بہترین رسالہ ہے! اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے تاکہ آپ اپنے نیک مقصد کے لیے ترجمان القرآن کی اشاعت جاری رکھیں۔ اس طرح مجھ سمیت بہت سے لوگ اس رسالے کے ذریعے آپ کے علم سے مستفید ہوسکیں گے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ مضامین اور ادارتی امور سے متعلق ای میل: tarjuman@wol.net.pk کے پتے پر ارسال کریں

کھانسی، نزلہ، زکام۔ کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی



سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غُبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلُو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔ جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔ جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔ اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صُدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔
شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Delta Dot

حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے پورے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ سوال کیا گیا کہ اس کا اخلاص کیا ہے؟ فرمایا کہ اِس کلمے کا اعلان اسے اللہ کی تمام حرام کردہ چیزوں پر عمل کرنے سے روک دے۔



قرطبہ کریک ویلی گوادر کی شاندار کامیابی کے بعد احباب ڈویلپرز اب پیش کرتے ہیں
گوادر میں دوسرا منصوبہ قرطبہ کریک ایکڑز سکیم گوادر
اک خواب جس کو تعبیر ملی
ایکڑز سکیم گوادر
قرطبہ کریک
Gwadar
FARM HOUSES OF 1&2 ACRES
تحصیل گوادر مین کوسٹل ہائی وے اور جیوانی روڈ سے متصل موضع (ذبارڈن)
الحمد للہ
تیزی سے بکنگ کے بعد محدود پلاٹ باقی رہ گئے ہیں
فوری رابطہ آپ کے مفاد میں ہے
ہم فائلوں کا کاروبار نہیں کرتے
پہلے آیئے پہلے پایئے!
(4000 Sq/yd)
قیمت -/950,000 فی ایکڑ
بکنگ -/150,000 روپے فی ایکڑ
بقایا رقم 4 سال کی 16 آسان سہ ماہی اقساط میں
31 جنوری 2006 تک بکنگ کروانے والے احباب کو -/100,000 روپے فی ایکڑ کی خصوصی رعایت۔
تحریکِ اسلامی سے وابستہ افراد کا با اعتماد ادارہ
احباب ڈویلپرز
چیک/ڈرافٹ بنام
قرطبہ کریک ویلی
فیصل بنک اقبال ٹاؤن برانچ،
اکاؤنٹ نمبر 142-2011115-001
ارسال کیجئے
Marketing Office: Weal House, Faiz Road, Muslim Town Lahore.
Ph: +92-42-5846830, 5846831 Fax: +92-42-5847708
Mob: 0300-4007661 Saudia Office: +966-504398159
Website: qurtabacreekvalley.com Email: info@qurtabacreekvalley.com


احباب کی زبردست خواہش پر گوادر میں
QURTABA
CREEK VALLEY
GWADAR
قرطبہ کریک ویلی
کے نام سے
عظیم الشان
رہائشی و کمرشل
منصوبے کا اعلان
الحمدللہ
جنوری سے بکنگ کے بعد محدود پلاٹ
باقی رہ گئے ہیں
فوری رابطہ آپ کے مفاد میں ہے
ہم فائلوں کا کاروبار نہیں کرتے
لوکیشن:
ساحل سمندر سے ملحق ایک طرف جیوانی ائیر پورٹ اور دوسری طرف مشہور حسین و جمیل پکنک پوائنٹ
کے قریب جہاں ایران اور بلوچستان سے لوگ چھٹیاں منانے آتے ہیں۔
سائٹ سے دو پہاڑوں کے درمیان بہتے ہوئے سمندر کے پرلطف نظارے۔
عالمی شہرت کے حامل Turtle Nesting پوائنٹ سے متصل۔
45
چیک/ڈرافٹ بنام
قرطبہ کریک ویلی
فیصل بینک اقبال ٹاؤن برانچ،
اکاؤنٹ نمبر 142-2011115-001
کو ارسال کیجئے۔
5 ہزار روپے
فی مرلہ بھیج کر فوری
بکنگ کروائیں
31 جنوری 2006 تک بکنگ کروانے والے احباب کو
-/100,000 روپے فی کنال کی خصوصی رعایت۔
تحریکِ اسلامی سے وابستہ افراد کا با اعتماد ادارہ
احباب ڈویلپرز
مارکیٹنگ آفس: ویل ہاؤس، فیض روڈ، اولڈ مسلم ٹاؤن، لاہور۔ فون: 5848831، 5857786، 042-5846830 تکمیل احمد 0300 4007681
فیکس: 5847708 42 92+ ای میل: info@qurtabacreekvalley.com ویب سائٹ: www.qurtabacreekvalley.com
سعودیہ میں رابطہ کیلئے: راحیل احمد 00966 504398159

حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز سے چھپوا کر ۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور سے شائع کیا

پیشِ خدمت ہے ایک مکمل رہائشی منصوبہ جہاں آپ رہ سکتے ہیں مکمل آسائش کے ساتھ

کم ترین قیمت پر، آسان اقساط میں

الرحمٰن ویلی

جدید ترین سہولیات زندگی کے ساتھ

محل وقوع

متصل قرطبہ، نزد موٹروے چکری انٹرچینج،
انڈسٹریل زون، اسلام آباد

سہولیات

پانی، بجلی، گیس، ٹیلی فون، کمیونٹی سنٹر، مسجد، سکول،
کالج، پارک، قبرستان اور 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت

جدید سہولیات

بینک، ہسپتال، اسلامک سنٹر، لائبریری،
کمرشل ایریا، سکیورٹی اور دیکھ بھال کا نظام

پلاٹ سائز

رہائشی پلاٹس: 5، 6، 7، 10 مرلہ اور ایک کنال
کمرشل پلاٹس: ایک مرلہ سے ایک کنال تک

خصوصیات

- 25، 30، 35، 40، 60 اور 120 فٹ کشادہ گلیاں اور سڑکیں
- ہر سیکٹر کا علیحدہ پارک
- خوبصورت، پُرفضا اور آلودگی سے پاک ماحول
- معاشرتی آلودگیوں سے پاک پاکیزہ اسلامی معاشرہ
- انڈسٹریل زون کی وجہ سے ملازمتوں کے مواقع
- تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کی بدولت اعلیٰ تعلیم کے زیادہ مواقع
- وقت کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ کی بدولت منافع بخش سرمایہ کاری
- کمرشل ایریا جس میں پلاٹ / شاپ صرف رہائشی افراد کو ترجیحی بنیاد پر الاٹ کی جائے گی۔
- کالونی کا اپنا سکیورٹی سسٹم

طریقہ کار

درخواست فارم کے ہمراہ شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور 2 عدد پاسپورٹ سائز تصاویر لگائیں اور چیک / ڈرافٹ بنام سائبان ایسوسی ایٹس اکاؤنٹ نمبر 7-1288 الائیڈ بینک آف پاکستان چوہڑ ہڑپال برانچ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

- براہ کرم ڈرافٹ کے پیچھے اپنا مکمل پتہ اور نام ضرور درج فرمائیں۔
- درخواست فارم اور بروشر مفت طلب فرمائیں۔

ادائیگی کا شیڈول

	پلاٹ سائز	ایڈوانس	ماہانہ قسط	کل قیمت
5 مرلہ	25 x 50	5000/- روپے	1,250/- روپے	125,000/- روپے
6 مرلہ	25 x 60	6000/- روپے	1,500/- روپے	150,000/- روپے
7 مرلہ	30 x 60	7000/- روپے	1,750/- روپے	175,000/- روپے
10 مرلہ	35 x 70	10,000/- روپے	2,500/- روپے	250,000/- روپے
ایک کنال	50 x 90	20,000/- روپے	5,000/- روپے	500,000/- روپے
کمرشل	ایک مرلہ سے ایک کنال تک	10%	750/- روپے ماہانہ (فی مرلہ)	10,00,000/- روپے

نوٹ: پلاٹ کی قیمت میں ترقیاتی اخراجات شامل ہیں۔

یہ شیڈول 10 جنوری 2006 تک قابل عمل ہے۔ اس کے بعد قیمتوں میں 25% اضافہ ہو جائے گا۔

سعد ایسوسی ایٹس

CS48-8 فرید آرکیڈ، بلاک 7، فیڈرل بی ایریا کراچی
فون: 021-6316954، موبائل: 0300-2991552

الفا رئیل اسٹیٹ

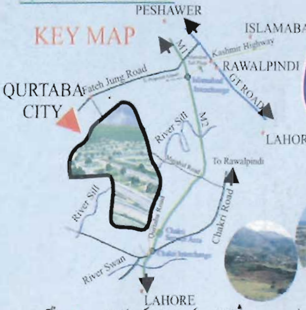
32، منصورہ مارکیٹ، بالمقابل منصورہ مین گیٹ، ملتان روڈ لاہور
فون: 042-7444316,7443429
موبائل: 0300-9480853

نوٹ: سائبان ایسوسی ایٹس (رجسٹرڈ) کا کسی بھی دیگر ادارے یا پروجیکٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ملک بھر سے نمائندگان کی فوری ضرورت ہے۔ خواہشمند افراد رابطہ فرمائیں۔ تحریکی افراد کو ترجیح دی جائے گی

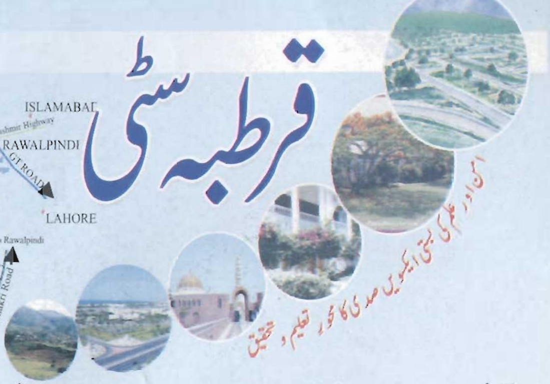
سائبان ایسوسی ایٹس ®

2G/256 بابا مارکیٹ، چوہڑ ہڑپال، مین پشاور روڈ راولپنڈی
فون: 051-5466925 موبائل: 0300-5249230
E-mail: tm_malik71@yahoo.com



قرطبہ سٹی

امن اور علم کی بستی، اکیسویں صدی کا محور، تعلیم و تحقیق



مدینۃ العلم نے ملکی اور بین الاقوامی، مذہبی اور تہذیبی صورتِ حال کو محسوس کرتے ہوئے ایک مثالی اسلامی شہر، جو کہ اکیسویں صدی کے لیے تعلیم و تحقیق کا محور ہوگا، بنانے اور آباد کرنے کا عظیم منصوبہ قرطبہ ترتیب دیا ہے۔

مدینۃ العلم کا مقصد اور تعارف

مدینۃ العلم نے محسوس کیا کہ تیز رفتار ترقی اور انفارمیشن ٹیکنالوجی انسانی معاشروں اور مذاہب کے درمیان جو وسیع خلاء پیدا کر رہی ہے اسلام کا فراہم کردہ معاشرتی ماڈل اس کو پُر کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ چنانچہ مدینۃ العلم نے یہ بیڑا اُٹھانے کا فیصلہ کیا کہ ایک ایسا رہائشی منصوبہ تعمیر کیا جائے جو اعلیٰ تعلیم و تحقیق کا محور ہو اور اسلامی معاشرے کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ اس منصوبے کا نام "قرطبہ سٹی" تجویز کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے تشکیل دیا گیا بورڈ آف ڈائیریکٹرز ملک کے معروف کاروباری افراد جو کہ بین الاقوامی سطح پر معاشرے میں اہم مقام رکھتے ہیں اور مدینۃ العلم کے مقاصد کے حصول کیلئے سرگرم عمل ہیں، پر مشتمل ہے۔ اس منصوبے کی کامیابی کا راز اس کا ہر لحاظ سے خودمختار ہونے میں ہے تاکہ معاشرے کے تمام پہلو مدینۃ العلم کے ماڈل کے مطابق پروان چڑھیں اور اس کی خودمختاری کی کُنجی اس منصوبے کا حجم ہے۔ منصوبے کی وُسعت اس کے معاشی اور معاشرتی پہلوؤں میں اس کی خودمختاری کی ضمانت ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے وسیع اراضی کی خرید جاری ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام کی عملی تصویر فراہم کرنے کے لیے ایک رہائشی منصوبے کا قیام دُنیائے اسلام اور ملک کا منفرد منصوبہ ہونے کے ساتھ ایک بڑا چیلنج بھی ہے۔

محلِ وقوع:

اسلام آباد جس کا شمار دنیا کے چند خوبصورت اور صاف ستھرے شہروں میں ہوتا ہے کی فضاؤں کو مجوزہ شہر قرطبہ کے لیے منتخب کرتے ہوئے اسلام آباد سے تقریباً 50 کلومیٹر کے فاصلہ پر پاکستان موٹروے، چکری انٹرچینج سے ملحقہ خوبصورت پہاڑوں کے دامن میں، کھلے اور پُر فضا ماحول میں وسیع و عریض اراضی خریدتے ہوئے عظیم منصوبے قرطبہ کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے۔

مجوزہ سہولیات:

انشاءاللہ قرطبہ اُن تمام جدید رہائشی سہولیات سے مزین ہوگا جو تکنیکی ماہرین اب تک مہیا کر سکے ہیں۔ مثلاً

▲ آبادکاری کی صد سالہ منصوبہ بندی ▲ بین السیکٹر شاہراہ، کشادہ سڑکیں، فٹ پاتھ ▲ بارشی پانی کے نکاس کا نظام ▲ پینے کے میٹھے پانی کی فراہمی کا نظام ▲ گندے پانی کو ٹھکانے لگانے کا انتظام ▲ بجلی کی فراہمی کا زمین دوز نظام ▲ ٹیلی فون کا نظام ▲ قدرتی گیس کی فراہمی کا نظام ▲ خریداری مراکز کی عمارات ▲ معاشرتی مقاصد کے لیے سوک سنٹر، خواتین و حضرات کے لیے سکول کالجز اور پرائمری سکول، ہسپتال، سیکٹر مساجد کی عمارات ▲ پولیس اسٹیشن، پوسٹ آفس، فائر بریگیڈ کی عمارات ▲ قرطبہ کے اندر بس سٹاپ اور دوسرے شہروں کو آنے جانے والے راستوں پر بس اسٹاپ ▲ پیٹرول پمپ ▲ شجرکاری اور پارک بنانے اور دیکھ بھال کا نظام ▲ حفاظتی دیوار اور سیکیورٹی کا نظام ▲ کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کا نظام ▲ سٹریٹ لائیٹ کا نظام

▲ مدینۃ العلم کے دفتر اور سہولیات کو چلانے اور دیکھ بھال کا دفتر اور ورکشاپ کی عمارات

رہائشی سہولیات کی دیکھ بھال کا نظام:

قرطبہ میں فراہم کردہ تمام سہولیات کا انتظام و انصرام مدینۃ العلم کرے گی۔ جس کے لیے خصوصی ضابطہ تشکیل دیا جائے گا اور تمام رہائشی اُس کے پابند ہوں گے۔

خصوصی سہولیات:

قرطبہ کے لیے اندرونی ٹرانسپورٹ کا نظام ▲ قرطبہ سے راولپنڈی چکری انٹرچینج اسلام آباد تک ٹرانسپورٹ کا نظام ▲ گھروں کی تعمیر کے لیے آرکیٹیکٹ کی خدمات اور ہر پلاٹ سائز کے لیے 50 نمونہ کے ڈیزائن کی فراہمی ▲ بلوں کی ادائیگی اور شکایات کے ازالے کے لیے ون ونڈو اپریشن ▲ قرطبہ کو تعمیر اور آبادی کے مرحلہ کے بعد بھی خوبصورت رکھنے کے لیے خصوصی تعمیراتی قوانین

امتیازی خصوصیات:

▲ بین الاقوامی یونیورسٹی: بین الاقوامی یونیورسٹی اور تعلیمی مرکز کا قیام و انصرام

▲ جامع مسجد قرطبہ: وسیع و عریض میدان سے ملحقہ جامع مسجد اور دینی و تہذیبی تحقیقی مرکز کا قیام و انصرام

▲ تمام یونیورسٹی اور دینی مرکز سے کیبل کے ذریعہ منسلک

▲ خواتین کے لیے خصوصی تجارتی مراکز کا قیام

ٹاؤن پلاننگ:

منصوبے کے بنیادی خاکے کے مطابق ٹاؤن پلاننگ کرنے کے لیے ملک کے مشہور اور مایہ ناز انجینئرنگ کنسلٹنٹ میسرز نیسپاک (M/s NESPAK) کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں اور ٹاؤن پلاننگ کا کام جاری ہے۔

پلاٹ بکنگ:

قرطبہ سٹی کے فیز اکے لئے پلاٹ بکنگ مکمل کر لی گئی ہے۔ مزید پلاٹ ترقیاتی کاموں کے آغاز کے ساتھ بکنگ کے لئے پیش کئے جائیں گے۔ ترقیاتی کاموں کے آغاز کے ساتھ ہی الاٹمنٹ کے طریقہ کار اور نئی قیمتوں کا تعین بھی کر دیا جائے گا۔

خواتین و حضرات اپنی رائے اور تجاویز سے مدینۃ العلم کے پتہ پر یا email کے ذریعہ آگاہ کریں۔

مدینۃ العلم

فلیٹ نمبر 4، فسٹ فلور، خیبر پلازہ فضل حق روڈ بلیو ایریا اسلام آباد فون: 92-51-2206380 فیکس: 92-51-2270411
Email: Info@qurtabacity.com


ROYAL®
AIR CONDITIONERS
Extra Power - Extra Cooling
نام بھی
کام بھی!
ROYAL
اب پیش ہے جدید دور کا جدید ائیر کنڈیشنر
جاپانی ٹیکنالوجی کا شاہکار اعلیٰ ترین معیار
کارکردگی بے مثال...... چلے سالہا سال......کولنگ باکمال
بجلی کا بل آدھا، کولنگ سب سے زیادہ
Features
• Self diagnosis & auto protection function
• Easy-washable Panel
• Auto-Restart Function
• Anti-Rust Cabinet
• Valve Protection Cover
• 4-Bend Heat Exchanger
• Sleep Mode
• Turbo Mode
• Hydrophilic Aluminium Fin
• LED Display
• Guaranteed 100% BTU
5+1 YEAR WARRANTY
CE CERTIFIED EUROPEAN STANDARD
رائل سے بڑھ کر کیا!
Rafiq Engineering Industries (Pvt) Ltd.
Gujrat Office
Rafiqabad, G.T.Road, Gujrat.
Ph: 053-3525604-07
Lahore Office
17-Lawrence Road, Lahore.
Ph: 042-6370288, 6302986
Karachi Office
Shahrah-e-Liaqat, Burns Road, Opp. Govt. College for Women, Karachi.
Ph: 021-2721491, 2724027
Multan Office
Royal House, 2-Gold Crest Plaza, Azmat Wasti Road, Multan.
Ph: 0301-7435512
Faisalabad Office
604, Near Main Gate Jinnah Colony, Narwala Road, Faisalabad.
Ph: 0300-7273853
Rawalpindi Office
Ground Floor, Kashmir Gate Plaza, Opp. General Hospital, Murree Road, Rawalpindi.
Ph: 0300-5044699, 0300-8502112